ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جون 2021ء - شوال المکرّم 1442ھ (جلد 18 شمارہ 10)

جلد 18 شمارہ 10

جون 2021ء - شوال المکرّم 1442ھ

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ......................35روپے

سالانہ..................400روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

www.idaraghufran.org

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال.....ابوریحان البیرونی کی ضلع جہلم میں زمین کی پیمائش....مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط15)..........حواریینِ عیسیٰ، ورفعِ عیسیٰ.............. // // 5

درسِ حدیث .... موجودہ زمانہ میں خلوت کے چند

خطرناک گناہ (قسط1).. // // 23

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات.. // // 27

ہرتعریف خدا کے لیے...مولانا شعیب احمد 29

ماہِ ربیع الاول: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات........مولانا طارق محمود 31

علم کے مینار:............امت کے علماء وفقہاء (قسط4).........مفتی غلام بلال 33

تذکرۂ اولیاء:....................عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت........مولانا محمد ریحان 38

پیارے بچو!.............................آج کا بچہ!............................. // // 41

بزمِ خواتین ....عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (ساتواں حصہ)...مفتی طلحہ مدثر 43

آپ کے دینی مسائل کا حل..''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط4)...ادارہ 49

کیا آپ جانتے ہیں؟.................... اجتہادی وفقہی امور میں

''یُسر وتوسع'' کی اہمیت...مفتی محمد رضوان 70

عبرت کدہ .. قومِ فرعون پر آنے والے مختلف عذاب (حصہ چہارم)...مولانا طارق محمود 79

طب وصحت.....احادیث میں ''اِثمِدْ'' سُرمہ کے فوائد وتاکید...حکیم مفتی محمد ناصر 84

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز.............................. // // 89

اخبارِ عالم ......قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 91

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال مفتی محمد رضوان

ابوریحان البیرونی کی ضلع جہلم میں زمین کی پیمائش

ابوریحان محمد بن احمد البیرونی، جو''البیرونی'' کے نام سے مشہور ہیں، اور مشاہیرِ اسلام میں بڑی قد آور شخصیت کے مالک ہیں، ان کی وفات 1048 عیسوی، بمطابق 440 ہجری میں، افغانستان کے علاقہ''غزنی''میں ہوئی، اور وہیں مدفون ہوئے۔

ابوریحان البیرونی بہت بڑے مؤرخ، ہیئت دان، عظیم فلاسفر، ماہرِ فلکیات اور جغرافیہ نویس تھے، کئی محققانہ کتابیں آپ نے یادگار چھوڑیں، جن میں سے''کتابُ الھند''''القانونُ المسعودی''اور''الآثارُ الباقیة''نامی کتابیں عالمگیر شہرت کی حامل ہیں۔

ابوریحان البیرونی مشاہیر اصحابِ علم میں سے بوعلی سینا کے ہم عصر، اور سلاطینِ اسلام میں سے سلطان محمود غزنوی اور اس کے بیٹے سلطان مسعود کے ہم عصر ہیں، اور ان کے دربار سے وابستہ رہے ہیں۔

ابوریحان البیرونی کی مشہور کتاب''القانونُ المسعودی''سلطان مسعود کے نام ہی سے موسوم ہے، غیر منقسم ہندوستان میں قیام کے زمانے میں''البیرونی''نے پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع جہلم کے علاقے''پنڈ دادنخان''کے قریب پہاڑی پر بیٹھ کر حسابی فارمولوں سے زمین کی پیمائش کی تھی، جو زمین کی جدید ترین حسابی آلات کی پیمائش سے بہت قریب ہے۔

''ابوریحان البیرونی''افغان لشکر کے ساتھ کلر کہار آئے، اور افغان لشکر کی مدد سے''پنڈ دادنخان'' میں حسابی فارمولوں کے لیے ایک عجیب وغریب عمارت بنائی گئی، جو کہ اس زمانے میں ایک لیبارٹری کی حیثیت رکھتی تھی، جس کے آثار وباقیات کھنڈر کی شکل میں آج بھی ضلع جہلم کے شہر پنڈ دادنخان کے بیابان میں نمایاں طور پر واقع ہیں، جس میں انھوں نے ان پہاڑوں کی چوٹیوں کا استعمال کر کے زمین کی کل پیمائش کا اندازہ اور حساب لگایا۔

ابوریحان البیرونی کے مطابق زمین کا قطر 3928.77 کلومیٹر تھا، جبکہ''ناسا''کی موجودہ جدید

ترین حسابی کیلکولیشن کے مطابق 3847.80 کلومیٹر ہے،یعنی محض 81 کلومیٹر کا فرق ہے، جوکہ گزشتہ قدیم اور موجودہ زمانے کے جدید ترین حساب وکتاب کے آلات وپیمانوں میں تفاوت کے اعتبار ولحاظ سے کوئی قابلِ ذکر فرق شمار نہیں ہوتا۔

لیکن افسوس کہ مسلمان اپنے ان مورثین کی قدر وحفاظت تو کیا کرتے ،ان کوتو اپنے ان جیسے مورثین کی باقیات اورآثار سے واقفیت تک بھی نہیں ہوتی،اسی بناء پر آج البیرونی کی ’’پنڈ دادنخان‘‘ میں حسابی فارمولوں کے لیے بنائی گئی عمارت میں ماسوائے چند جانوروں اور بکریاں چرانے والوں کے شاید ہی کوئی جاتا ہو،اس کے علاوہ یہاں تک جانے کا راستہ بھی مناسب نہیں،اس جگہ تک پہنچنے کے لیے پنڈ ادنخان کے آباد علاقہ سے گھنٹہ بھر کا پیدل سفر درکار ہے۔

جبکہ غیر مسلم سائنسدانوں نے ہمارے مسلمان سائنسدانوں سے ہی سائنس کے ابتدائی فنون وعلوم اور’’ابجد‘‘ کوسیکھا ہے،اورانہوں نے تاریخی اعتبار سے مسلمان سائنسدان افراد کو قابلِ ذکر اہمیت دی ہے،چنانچہ ابوریحان البیرونی وغیرہ کی کتابوں کے فرانسیسی اورانگریزی زبان میں تراجم ہوئے ہیں،اوران کی طرف سے ابوریحان البیرونی وغیرہ پر مستقل ڈاکومنٹریاں بھی بنائی گئی ہیں،سوویت یونین نے 1974ء میں ابو ریحان محمد بن البیرونی پر ایک ڈاکومنٹری بنائی تھی، جس کا نام ’’ابوریحان البیرونی‘‘ کے نام پر ہی تجویز کیا گیا تھا۔لیکن ہمارے یہاں اپنے آثار وباقیات اور مورثین کی جوقدر وحفاظت کی جاتی ہے،اس کا کچھ اندازہ گزشتہ واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

اسی وجہ سے موجودہ دور میں مسلمان سائنسی اعتبار سے بہت پیچھے، بلکہ غیروں کے دستِ نگر اور خود ایک طرح سے اپاہج بن کررہ گئے ہیں،جس کے نتائجِ بد کووہ آئے دن مختلف شکلوں میں بھگت رہے ہیں،اورتاریخ سے سبق بھی حاصل نہیں کررہے،زیادہ کچھ،ردِعمل کے طور پر کبھی ہوتا بھی ہے،تو معاملہ جلسے جلوسوں اور احتجاجوں ودھرنوں تک محدود ہوکر رہ گیا ہے،یعنی ’’نشستن، گفتن، اور برخواستن‘‘ والی بات ہے، اگر اس میں کوئی اضافہ کیا گیا،تو وہ ’’خوردن‘‘ کا اضافہ ہے’’تعمیل وتعمیر‘‘ کے کردار سے معاملہ بہت دور ہے،اوپر سے اصلاحِ عمل کی طرف متوجہ کرنے والے کومطعون بھی کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اصلاحِ احوال کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط15، آیت نمبر52تا60) مفتی محمد رضوان

حوارییِنِ عیسیٰ، ورفعِ عیسیٰ

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِىْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (52) رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (53) وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (54) اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (55) فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (56) وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (57) ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ (58) اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (59) اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ (60) (سورة آلِ عمران، رقم الآیات ۵۲ الٰی ۶۰)

ترجمہ: پھر جب محسوس کیا عیسیٰ نے ان (لوگوں) سے کفر کو، کہا (عیسیٰ نے) کہ کون ہیں میری نصرت کرنے والے اللہ کی طرف؟ حواریوں نے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے انصار، ایمان لائے ہم اللہ پر، اور گواہ رہیے آپ کہ بے شک ہم فرمانبردار ہیں (52) اے ہمارے رب! ایمان لائے ہم، اس چیز پر جو نازل کی آپ نے، اور اتباع کی ہم نے رسول کی، پس لکھ لیجیے آپ ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ (53) اور مکر کیا انہوں نے، اور مکر کیا اللہ نے، اور اللہ مکر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے (54) جب کہا اللہ نے کہ اے عیسیٰ! بے شک میں وفات دینے والا ہوں تجھ کو، اور اٹھانے

www.idaraghufran.org

والا ہوں تجھ کو اپنی طرف، اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو، ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا، اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو، جنہوں نے تیری اتباع کی، ان لوگوں کے اوپر، جنہوں نے کفر کیا، قیامت کے دن تک، پھر میری طرف تمہارے لوٹنے کی جگہ ہے، تو فیصلہ کروں گا میں، تمہارے درمیان ان چیزوں کے بارے میں کہ تھے تم ان کے بارے میں اختلاف کرتے (55) پس رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، تو عذاب دوں گا میں ان کو شدید عذاب، دنیا میں اور آخرت میں، اور نہیں ہوگا ان کے لیے کوئی نصرت کرنے والا (56) اور رہے وہ لوگ جو ایمان لائے، اور عمل کیے انہوں نے نیک، تو پورا پورا دے گا وہ (یعنی اللہ) ان کو ان کا اجر، اور اللہ نہیں پسند کرتا ظالموں کو (57) یہ تلاوت کرتے ہیں ہم، اس کی آپ پر، آیتیں ہیں، اور نصیحت ہے حکمت والی (58) بے شک عیسیٰ اللہ کے نزدیک، آدم کی کی طرح ہے، پیدا کیا (اللہ نے) اس کو مٹی سے، پھر کہا اس کو کہ ''ہو جا'' تو وہ ''ہو گیا'' (59) حق ہے تیرے رب کی طرف سے، پس مت ہونا تو شک کرنے والوں میں سے (60) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

اس سے پہلی آیات میں حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت مریم کا ذکر، اور اس کے ضمن میں حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چلتا آرہا ہے۔

مذکورہ آیات میں حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ کے دین کی نصرت ومدد کے لیے، لوگوں کو دعوت دینے اور اس دعوت کو حواریین کے قبول کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، جس کے بعد حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی سازش اور اس سازش کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناکام بنانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان پر اٹھانے، اور ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور اس کے بعد کافروں کے لیے سخت عذاب کا اور ایمان اعمالِ صالحہ اختیار کرنے والوں کے لیے

اجرِ عظیم کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور پھر حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل ہونے کا ذکر فرما کر، ان تمام باتوں کے حق و سچ ہونے، اور اس میں شک نہ کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

اب مذکورہ آیات کی الگ الگ تفسیر و تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ“

جس کا مطلب یہ ہے کہ جب عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ ان کی قوم کے لوگ ان کی تصدیق نہیں کریں گے، اور کفر کو اختیار کریں گے، تو عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے دین کے لیے میری نصرت و مدد کرنے والا کون ہوگا؟ اس کے جواب میں حواریین کہلائے جانے والے لوگوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ کے دین کی نصرت و مدد کرنے والے ہوں گے، ہم اللہ پر ایمان لا چکے ہیں، اور آپ اس چیز کے بھی گواہ رہیں کہ ہم مسلمان بھی ہیں، یعنی ہم ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنے اور آپ کی اتباع کرنے والے بھی ہیں۔

حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواریین کا ذکر سورہ صف میں بھی درجِ ذیل الفاظ میں آیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظَاهِرِيْنَ (سورة الصف، رقم الآية ١٤)

ترجمہ: اے (وہ لوگو) جو ایمان لائے، ہو جاؤ تم اللہ کے مددگار، جس طرح کہا عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہ کون ہیں میری نصرت کرنے والے اللہ کی طرف، کہا حواریوں نے کہ ہم ہیں اللہ کے انصار، پس ایمان لے آئی بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت، اور انکار کر دیا ایک جماعت نے، پھر مدد کی ہم نے (ان لوگوں کی) جو ایمان لائے تھے، ان کے دشمن پر، تو ہو گئے وہ غالب (سورہ صف)

بعض احادیث میں ہر نبی کے حواری ہونے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابی کے حواری، یعنی مخصوص مددگار ہونے کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَدَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّاسَ یَوْمَ الْخَنْدَقِ، فَانْتَدَبَ الزُّبَیْرُ، ثُمَّ نَدَبَھُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَیْرُ، ثُمَّ نَدَبَھُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَیْرُ، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:إِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوَارِیًّا وَحَوَارِیَّ الزُّبَیْرُ. قَالَ سُفْیَانُ:اَلْحَوَارِیُّ:اَلنَّاصِرُ(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۹۹۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''خندق'' کے موقع پر لوگوں کو آواز دی، تو حضرت زبیر نے لبیک کہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو آواز دی، تو حضرت زبیر ہی نے جواب دیا اور (تیسری دفعہ) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو آواز دی، تو حضرت زبیر ہی نے جواب دیا (پھر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے حواری (یعنی مخصوص معاون ومددگار) ہوتے ہیں، اور میرے حواری ''زبیر'' ہیں۔ سفیان (راوی) فرماتے ہیں کہ ''حواری'' کے معنیٰ ''مددگار'' کے ہیں (بخاری)

حضرت زبیر سے مراد ''زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ'' ہیں، جو کہ ''عشرۂ مبشرۃ'' میں سے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ''صفیہ بنتِ عبدالمطلب'' کے بیٹے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ فِیْ أُمَّۃٍ قَبْلِیْ إِلَّا کَانَ لَہُ مِنْ أُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَأَصْحَابٌ یَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِأَمْرِہٖ ثُمَّ إِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَا لَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَیْسَ وَرَاءَ ذٰلِکَ مِنَ الْإِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ(مسلم، رقم الحدیث ۵۰''۸۰''باب بیان کون النھی عن المنکر من الإیمان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نبی بھی مجھ سے پہلے اپنی امت میں

بھیجا گیا،تو اس کی امت میں سے کچھ لوگ حواری اور ایسے صحابی ہوا کرتے تھے،جو اپنے نبی کی سنت کو اختیار کرتے تھے،اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آجاتے تھے،جو کہ وہ بات کہتے تھے،جو وہ کرتے نہیں تھے،اور وہ ایسے عمل کرتے تھے،جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا،پس ان (ناخلف لوگوں کی برائی کو روکنے کی) جس نے اپنے ہاتھ سے کوشش کی،تو وہ مومن ہے،اور جس نے ان کو اپنی زبان سے روکنے کی کوشش کی،وہ بھی مومن ہے،اور جس نے ان کو اپنے دل سے روکنے کی کوشش کی،تو وہ بھی مومن ہے،اور اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے(مسلم)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کے حواری ہونے کا دارومدار،اس نبی کے بتلائے ہوئے احکام، اور اس کی سنت وطریقہ کی اتباع وپیروی کرنے پر ہے۔

اس حیثیت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ بدرجہ حواری کہلائے جانے کے مستحق ہیں،البتہ بعض صحابۂ کرام میں اس کی مخصوص صفات کی وجہ سے اس کا نمایاں طور پر احادیث میں ذکر کردیا گیا،جیسا کہ پہلے گزرا۔

اور مذکورہ آیات میں سے دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ“

اس آیت میں حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواریین کی اس دعاء کا ذکر ہے کہ اے ہمارے رب !ایمان لائے ہم،اس چیز پر جو نازل کی آپ نے یعنی توراۃ اور انجیل،اور اتباع کی ہم نے رسول کی ،پس لکھ لیجیے آپ ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ۔

اور مذکورہ آیات میں سے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ“

مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے والے یہودیوں نے ”مکر“ یعنی ”خفیہ تدبیر“ کی، یہودیوں نے حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف طرح طرح کی خفیہ تدبیریں شروع کردیں۔

www.idaraghufran.org

ادھر یہ ہورہا تھا،اس کے جواب میں اللہ نے بھی ''خفیہ تدبیر'' اختیار کی، اور اللہ سے بہتر ''خفیہ تدبیر'' اختیار کرنے والا اور کوئی ہو نہیں سکتا،جس کی وجہ سے اللہ کے مقابلے میں انسانوں کی تدبیر نا کام رہی۔ یہود کا مکر ''یعنی خفیہ تدبیر'' یہ تھی کہ عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل اور صلب کا ارادہ کیا اور اللہ کا مکر ''یعنی خفیہ تدبیر'' یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے طریقہ سے آسمان پر اٹھالیا کہ جس کی دشمنوں کو ہوا تک نہ لگی،جس کا ذکر اگلی آیات میں ہے۔

پھر مذکورہ آیات میں سے چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ''

اس آیت میں اللہ کی طرف سے عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور ان کو اپنی طرف اٹھانے اور کافروں کی طرف سے آپ کو پاک اور محفوظ رکھنے اور حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں سے اوپر رکھنے کا ذکر ہے، جو کفر اختیار کرنے والے ہیں، اور پھر آخرت میں اللہ کی طرف لوٹنے اور اللہ کی طرف سے ان کے مابین اختلافی چیزوں کے متعلق فیصلہ کرنے کا ذکر ہے۔

مذکورہ آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ:

''اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا''

اس میں جس وفات کا ذکر ہے، اگرچہ بعض حضرات نے اس کو ظاہر پر رکھ کر وفات اور موت کو مراد لیا ہے۔لیکن دلائل کی رو سے راجح اور صحیح یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابھی تک طبعی وفات اور موت واقع نہیں ہوئی، بلکہ ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا۔

مذکورہ بالا آیت میں بعض حضرات نے ''مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ'' کے الفاظ میں تقدیم اور تاخیر کے ساتھ تفسیر کی ہے،اور یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ''میں تجھ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں،اور پھر دوبارہ زمین پر نازل کر کے قربِ قیامت سے پہلے وفات دینے والا ہوں''

جبکہ بعض حضرات نے اس ''وفات'' سے نیند کو مراد لیا ہے، کیونکہ نیند کو بھی قرآن وسنت میں ''وفات'' کہا گیا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ پر پہلے نیند طاری کروں گا، پھر نیند کی حالت میں اپنی طرف اٹھالوں گا۔

اور بعض حضرات نے زمین سے وفات دینا مراد لیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ زمین سے اس طرح وفات دے دوں گا کہ آپ کا وجود، زمین پر باقی نہ رہے گا، جس طرح فوت ہونے والے کا وجود بظاہر زمین پر باقی نہیں رہتا، یعنی روح کے جسم سے مخصوص دنیوی تعلق والا وجود زمین سے وفات پاجاتا ہے، البتہ یہ فرق ہے کہ عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو روح سمیت زندہ حالت میں اوپر اٹھالوں گا، جس کی اسی آیت کے اگلے ان الفاظ سے بھی تائید ہوتی ہے کہ:

وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا''

مطلب یہ ہے کہ میں آپ کو زندہ حالت میں اپنی طرف آسمان میں اٹھالوں گا، اور میں آپ کو دشمنوں کے ہاتھوں جان دینے سے محفوظ رکھوں گا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے	وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

نورِ حق شمع الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون	جس کا حامی ہو خدا، اس کو مٹا سکتا ہے کون

قرآن مجید کی دوسری آیت میں اس کی مزید وضاحت آئی ہے، اور بعض احادیث وروایات سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، جن میں عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامت سے قبل، آسمان سے نازل ہونے کا ذکر ہے، پیدا ہونے کا ذکر نہیں، اور پھر قیامت سے پہلے ان کی باقاعدہ وفات کا بھی ذکر ہے۔

اس لیے دلائل کی رو سے راجح اور صحیح یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابھی تک طبعی وفات اور موت واقع نہیں ہوئی، بلکہ ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا اور وہ ابھی تک آسمان پر زندہ ہیں، اور قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہوں گے، پھر ان کی باضابطہ وباقاعدہ وفات ہوگی۔

چنانچہ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا

صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا .بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا .وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (سورة النساء ، رقم الآيات ١٥٥ الٰی ١٥٩)

ترجمہ:اوران کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ بے شک ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ ابنِ مریم کو، جو اللہ کے رسول ہیں،حالانکہ نہیں قتل کیا انہوں نے،اس (عیسیٰ) کواور نہ انہوں نے سولی پر چڑھایا اس (عیسیٰ) کو،اور لیکن شبہے میں ڈال دیا گیا ان کو،اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اختلاف کیا،اس میں یقیناً شک میں ہیں،اس بارے میں نہیں ہے ان کے پاس اس کا کوئی علم سوائے گمان کی پیروی کے،اور نہیں قتل کیا انہوں نے اس (عیسیٰ) کو یقیناً۔ بلکہ اٹھالیا اس (عیسیٰ) کو اللہ نے،اپنی طرف اور ہے اللہ نہایت طاقت ور،حکمت والا۔اور نہیں ہے کوئی اہلِ کتاب میں سے،مگر وہ ضرور ایمان لے آئے گا اس (عیسیٰ) پر ان کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوں گے،وہ (یعنی عیسیٰ)ان (لوگوں) پر گواہ(سورہ نساء)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہودیوں نے یقیناً حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم،کو قتل نہیں کیا، بلکہ ان کو تو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا،اپنی طرف اٹھالینا روح،اور جسم دونوں کے زندہ اٹھالینے ہی کے لئے بولا جاتا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول کے بعد اہلِ کتاب میں سے جو زندہ بچے گا،وہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا، یہود اور نصاریٰ بھی حضرت عیسیٰ کی نبوت پر ایمان لے آئیں گے، یہود عقیدۂ قتل وصلب سے تائب ہوجائیں گے اور نصاریٰ عقیدۂ ابنیت سے تائب ہوجائیں گے اور مسلمان تو پہلے ہی سے حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحیح عقیدہ رکھتے تھے اوران تمام چیزوں پر ایمان رکھتے تھے اور مسلمان نزولِ عیسیٰ کے بعد جب ان تمام چیزوں کا آنکھوں سے مشاہدہ کرلیں گے،تو

مسلمانوں کا ایمان بالغیب، ایمانِ شہودی بن جائے گا۔

اور چونکہ مسلمان کا ایمان اور عقیدہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بالکل صحیح ہوگا، اس لیے حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول مسلمانوں ہی کی ایک مسجد کے منارہ پر ہوگا اور مسلمان ہی آپ کے گردو پیش اور آپ کے معین و مددگار ہوں گے اور حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول دینِ اسلام ہی کی تجدید کے لیے ہوگا، جس کا احادیث میں ذکر آیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

سورہ زخرف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ. وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ. وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ. وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. وَلَمَّا جَاۗءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ. اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ. فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ (سورة الزخرف رقم الآيات ٥٧ الى ٦٥)

ترجمہ: نہیں ہے وہ (یعنی عیسیٰ بن مریم) مگر ایک بندہ، جس پر انعام کیا ہم نے اور بنایا ہم نے اس کو مثال (یعنی نمونہ) بنی اسرائیل کے لیے۔ اور اگر چاہتے ہم، تو ضرور بنا دیتے ہم تمہارے بدلے میں فرشتے، جو (زمین میں) خلیفہ ہوتے۔

اور بیشک وہ (یعنی عیسیٰ) یقیناً ایک نشانی ہے، قیامت کی، تو تم ہرگز شک نہ کرو، اس میں اور اتباع کرو تم میری، یہی راستہ سیدھا ہے۔ اور تمہیں ہرگز نہ روکے (اس سے) شیطان، بیشک وہ تمہارے لیے کھلا دشمن ہے۔ اور جب آیا عیسیٰ واضح دلائل کے ساتھ، کہا اس نے یقیناً میں آیا ہوں تمہارے پاس حکمت کے ساتھ (یعنی حکمت لے کر) اور تاکہ واضح کردوں میں، تمہارے لیے بعض وہ باتیں جس میں تم اختلاف کرتے ہو، سو تم اللہ سے ڈرو اور تم میری اطاعت کرو۔ بے شک اللہ وہی میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، پس عبادت کرو تم، اسی کی، یہی سیدھا راستہ ہے۔ پھر اختلاف کیا کئی گروہوں

www.idaraghufran.org

نے، آپس میں، پس ویل ہے اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے ظلم کیا ایک دردناک دن کے عذاب کا (سورہ زخرف)

مذکورہ آیت میں حضرت عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کی علامت بتلایا گیا ہے، جس میں حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامت سے پہلے نزول کی طرف اشارہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -فِيْ قَوْلِهٖ (وَإِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ) قَالَ: نُزُوْلُ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ (موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، رقم الحديث ١٧٥٨)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورہ زخرف کی آیت) "وَإِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ" کے بارے میں فرمایا کہ اس سے قبل از قیامت حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول مراد ہے (موارد الظمآن)

بہت سی احادیثِ صحیحہ میں حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامت سے پہلے آسمانوں سے زندہ حالت میں، نازل ہونے کا ذکر آیا ہے، اور یہ بات اسی وقت درست قرار پاسکتی ہے، جب وہ پہلے سے زندہ ہوں، جس کی یہی صورت ممکن ہے کہ ان کو آسمان پر زندہ حالت میں اٹھالیا گیا ہو۔

اس طرح کی چند احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ المَالُ حَتَّى لاَ يَقْبَلَهُ أَحَدٌ، حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: " وَاقْرَئُوا إِنْ شِئْتُمْ: "وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ، وَيَوْمَ القِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا" (صحيح البخاری، رقم الحديث ٣٤٤٨)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی! جس کے قبضہ میں

www.idaraghufran.org

میری جان ہے، وہ وقت ضرور آئے گا، جب تم میں عیسیٰ بن مریم عادل (ومنصف) حاکم کی حیثیت سے نازل ہوکر صلیب کو توڑیں گے، اور خنزیر کو قتل کردیں گے، اور جزیہ لینا بند کردیں گے، اور مال ودولت کی ایسی فراوانی ہوگی کہ اسے کوئی قبول نہ کرے گا، یہاں تک کہ (ایمان اور نیک اعمال کی عام طور پر ایسی قدرومنزلت ہوجائے گی کہ) ایک سجدہ دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے، اُس سے بہتر سمجھا جائے گا۔

پھر (حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم (حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس زمانے میں سب کے مؤمن بن جانے کی دلیل قرآن سے جاننا) چاہو، تو (سورہ نساء کی) یہ آیت پڑھ لو (جس کا ترجمہ ہے کہ) تمام اہلِ کتاب (عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے) اُن کی تصدیق اُن کی موت سے پہلے کردیں گے (کہ بے شک آپ زندہ ہیں، مَرے نہ تھے، اور آپ نہ معبود ہیں، اور نہ اللہ کے بیٹے ہیں، بلکہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں) اور عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اُن اہلِ کتاب کے خلاف گواہی دیں گے (جنھوں نے اُن کو اللہ کا بیٹا کہا تھا، یعنی عیسائی اور جنھوں نے اُن کی تکذیب کی تھی، یعنی یہودی) (بخاری)

حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَالَ، فَقَالَ: إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ، وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ، وَاللَّهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ، فَإِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهِ، قُلْنَا: وَمَا لَبْثُهُ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ: " أَرْبَعُونَ يَوْمًا: يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ "، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي كَسَنَةٍ، أَتَكْفِينَا فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ؟ قَالَ: لَا، اقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ، ثُمَّ يَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ، فَيُدْرِكُهُ عِنْدَ بَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۳۲۱)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میری زندگی میں دجال نکلا، تو پھر میں اس سے حجت کرنے والا ہوں گا تمہارے علاوہ (تمہاری طرف سے) اور اگر میرے بعد نکلا، تو ہر شخص خود ہی اس سے حجت کرنے والا ہوگا، اور اللہ ہر مسلمان کے اوپر میرا خلیفہ ہے، پس تم میں سے جو اس (دجال) کو پائے، تو اس کے اوپر سورت کہف کی ابتدائی آیات پڑھے، اس لیے کہ وہ آیات ، دجال کے فتنہ سے تمہاری پناہ گاہ ہیں، ہم نے عرض کیا کہ وہ زمین پر کب تک رہے گا؟ فرمایا کہ چالیس دن تک، اور ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، اور ایک دن ایک ماہ کے برابر، اور ایک دن جمعہ (پورے ہفتہ) کے برابر، اور بقیہ تمام دن تمہارے ایام کی طرح ہوں گے، ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ جو ایک سال کا ایک دن ہوگا کیا اس میں ہمارے لیے ایک ہی دن رات کی نمازیں کافی ہوں گی؟ فرمایا کہ نہیں، بلکہ اس دن کے اعتبار سے اندازہ کر لینا، پھر عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے جامع مسجد دمشق کے مشرقی سفید منارہ پر، اور وہ اسے (دجال کو) ''باب لد'' کے قریب پائیں گے، تو اسے قتل کر دیں گے (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ :دِينُهُمْ وَاحِدٌ، وَأُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى، وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ نَازِلٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَاعْرِفُوهُ، فَإِنَّهُ رَجُلٌ مَرْبُوعٌ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ، سَبْطٌ كَأَنَّ رَأْسَهُ يَقْطُرُ، وَإِنْ لَمْ يُصِبْهُ بَلَلٌ، بَيْنَ مُمَصَّرَتَيْنِ، فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيُعَطِّلُ الْمِلَلَ، حَتَّى تَهْلِكَ فِي زَمَانِهِ الْمِلَلُ كُلُّهَا غَيْرَ الْإِسْلَامِ، وَيُهْلِكُ اللهُ فِي زَمَانِهِ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ الْكَذَّابَ، وَتَقَعُ الْأَمَنَةُ فِي الْأَرْضِ حَتَّى تَرْتَعَ الْإِبِلُ مَعَ الْأُسْدِ جَمِيعًا، وَالنُّمُورُ مَعَ الْبَقَرِ، وَالذِّئَابُ مَعَ الْغَنَمِ، وَيَلْعَبَ الصِّبْيَانُ وَالْغِلْمَانُ بِالْحَيَّاتِ، لَا يَضُرُّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَيَمْكُثُ مَا شَاءَ

اللہُ أَنْ یَمْکُثَ، ثُمَّ یُتَوَفَّی فَیُصَلِّیَ عَلَیْہِ الْمُسْلِمُونَ وَیَدْفِنُونَہُ "(مسند احمد، رقم الحدیث ۹۶۳۲ ،ابنِ حبان رقم الحدیث ۶۸۲۱)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب انبیاء باپ شریک بھائیوں کی طرح ہیں کہ ان سب کا دین ایک اور مائیں (یعنی شریعتیں) علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں، اور میں عیسیٰ ابنِ مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں، حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے، جب تم انہیں دیکھو، تو پہچان لینا (ان کی پہچان یہ ہے کہ) وہ درمیانہ قدوقامت کے ہوں گے، رنگ سُرخ وسفید ہوگا، بال سیدھے اور ایسے (صاف اور چمکدار) ہوں گے کہ وہ اگرچہ بھیگے نہ ہوں، تب بھی ایسا معلوم ہوگا، جیسے ابھی اُن سے پانی ٹپک رہا ہو، ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ہوں گے، پس وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، اور خنزیر کو قتل کردیں گے، اور جزیہ (مخصوص ٹیکس) کو ختم کردیں گے، اور تمام مذہبوں کو معطل کردیں گے، یہاں تک کہ اُن کے زمانہ میں اسلام کے سِوا تمام مذاہب کا خاتمہ ہوجائے گا، اور اللہ ان کے زمانہ میں مسیح دجال کذّاب کو ہلاک کرے گا، اور زمین میں امن وامان کا دَوردَورہ ہوگا، یہاں تک کہ اونٹ شیروں کے ساتھ، اور چیتے گائے، بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ اکٹھے چرا کریں گے، اور بچے اور لڑکے سانپوں سے کھیلیں گے، کوئی کسی کو نقصان نہ پہنچائے گا؛ پس عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک اللہ چاہے گا، دنیا میں رہیں گے، پھر ان کی وفات ہوگی، اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھ کر اُنہیں دفن کریں گے (مسند احمد)

اور مذکورہ آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ:

”وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ“

احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامت کے قریب نازل ہونے کے بعد، ان کی صحیح اتباع کرنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان والے ہوں گے، اور وہ قیامت تک غالب رہیں گے، اور یہ امتِ محمدیہ کی حق پر قائم وغالب رہنے والی جماعت کا ہی تسلسل ہوگا۔

چنانچہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے بسندِ حسن روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا تَبْرَحُ عِصَابَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ لَا يُبَالُونَ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ عَلَى ذَلِكَ ، ثُمَّ نَزَعَ بِهَذِهِ الْآيَةِ :(يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) (المعجم الكبير ،للطبراني، رقم الحديث ٩٠٥ ،مسند الشاميين،للطبراني ، رقم الحديث ٢١٩٢)

ترجمہ: میری امت کی ایک جماعت حق پر قائم رہے گی، اور حق کے لیے قتال کرے گی، یہ جماعت ان لوگوں کی پرواہ نہیں کرے گی، جو ان کی مخالفت کریں گے، یا ان کو رسوا کریں گے، یہاں تک کہ اللہ عزوجل کا حکم آ پہنچے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت پڑھی (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) اے عیسیٰ! بے شک میں وفات دینے والا ہوں تجھ کو، اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف، اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو، ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا، اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو، جنہوں نے تیری اتباع کی، ان لوگوں کے اوپر، جنہوں نے کفر کیا قیامت کے دن تک (طبرانی)

بعض دوسری صحیح و معتبر احادیث سے بھی مذکورہ مضمون کی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ، حَتَّى يُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ (سنن أبي داود، رقم الحديث ٢٤٨٤، باب في دوام الجهاد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر قتال کرتا رہے گا، اور جو اُن سے مقابلہ کرے گا، یہ گروہ ان پر غالب رہے گا،

www.idaraghufran.org

یہاں تک کہ ان کے آخر کا گروہ مسیح دجال سے قتال کرے گا (ابوداؤد)

اور مذکورہ آیات میں سے پانچویں آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ“

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار، یا ان کو شریک ٹھہرا کر کفر اختیار کیا، تو ان کو اللہ کی طرف سے دنیا وآخرت میں شدید عذاب دیا جائے گا، اور آخرت میں ان کا کوئی حامی وناصر نہیں ہوگا۔

اور مذکورہ آیات میں سے چھٹی آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ“

مطلب یہ ہے کہ کافروں کے مقابلے میں جو لوگ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے نبیوں کی تعلیمات کے مطابق ایمان لانے اور اعمالِ صالحہ اختیار کرنے والے ہیں، ان کو اللہ کی طرف سے پورا پورا اجروثواب عطاء کیا جائے گا، اور ظالم لوگ اس سے محروم ہوں گے، کیونکہ اللہ، ظالموں کو پسند نہیں فرماتا، جو اللہ کے ساتھ کفر کرے، اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے۔

اور مذکورہ آیات میں سے ساتویں آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”ذٰلِکَ نَتْلُوْهُ عَلَیْکَ مِنَ الْاٰیَاتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ“

مطلب یہ ہے کہ یہ باتیں قرآن مجید کی آیات اور انتہائی حکمت والے ذکر پر مبنی ہیں، جن کی اللہ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تلاوت کی جاتی ہے، اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی دلیل ہے۔

اور مذکورہ آیات میں سے آٹھویں آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ“

مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عجیب طریقے سے پیدائش پر تعجب کا اظہار کرنا

درست نہیں، کیونکہ اس سے زیادہ تعجب انسانوں کے جدِ امجد حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پر ہونا چاہیے۔

نیز اس آیت میں یہ واضح کر دیا گیا کہ عیسائیوں کا عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عجیب طریقے سے پیدائش کی بناء پر ان کو دوسرے انبیاء سے امتیازی درجہ دے کر معبود بنالینا، درست نہیں، کیونکہ اللہ کے نزدیک عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال، حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا، پھر ان کو حکمِ ''کُــــن'' فرمایا، جس سے وہ زندہ انسان کی شکل میں وجود پذیر ہوگئے، پھر عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عجیب طریقے سے پیدا ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ نبیوں سے امتیازی سلوک اختیار کرنا، اور ان کو معبود سمجھنا، کیسے درست ہوسکتا ہے؟

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْقَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط قَالَ سُبْحٰنَکَ مَایَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ط اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ ط تَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِیْ وَلَآاَعْلَمُ مَافِیْ نَفْسِکَ ط اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ.مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ واَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ (سورۃ المائدۃ، رقم الآیات ۱۱۶، ۱۱۷)

ترجمہ: اور جب فرمائے گا اللہ، اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا تم نے کہا تھا لوگوں کو کہ تم بنا لو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود، اللہ کے سوا، وہ کہیں گے پاک ہے تیری ذات، نہیں جائز تھا، میرے لئے یہ کہ میں کہوں، وہ بات جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہی ہو یہ بات تو یقیناً تو جانتا ہے، تو تُو جانتا ہے ہر اس بات کو جو میرے دل میں ہے اور میں ان باتوں کو نہیں جانتا، جو تیرے علم میں ہیں، بے شک تو ہی غیب کی سب باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ نہیں کہا میں نے ان کو مگر وہی کہ حکم دیا تو نے مجھے اس کا، یہ کہ عبادت

کروتم اللہ کی، جو میرا رب ہے، اور تمہارا رب ہے، اور تھا میں ان پر گواہ، جب تک رہا میں ان میں، پھر جب وفات دے دی تو نے مجھے، تو تو ہی تھا ان کا نگہبان، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے (سورہ مائدہ)

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، غلو کرنے والے خود مجرم ہیں، حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، وہ خود بھی قیامت کے دن غلو کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار فرما دیں گے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی شان میں اس طرح کا غلو کرنے سے اپنی امت کو منع فرمایا ہے۔

اور مذکورہ آیات میں سے نویں آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ“

جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب کچھ جو بیان کیا گیا، آپ کے رب کی طرف سے حق و سچ ہے، لہٰذا آپ کو اس سلسلے میں شک وشبہ اختیار کرنے والے لوگوں میں سے نہیں ہونا چاہیے۔

www.idaraghufran.org

جلد 1

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...معینُ المفتی
(2)...رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَةِ التَّمْلِیْکِ
(3)...غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)...اَلْمَشَاکِلُ الْحَاضِرَةُ فِیْ حُرْمَةِ الْمُصَاھَرَةِ
(5)...تحقیق طلاق بالکتابة والاکراہ
(6)...مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 2

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...صبح صادق وکاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق
(2)...کشفُ الغطاء عن وقت اِلفجر والعشاء
(3)...اشکالیات فلکیة وفقهیة حول تحدید مواقیت الصلاة.
(4)...کیفیةُ التحقق من صحة مواقیت الصلاة فی التقاویم.

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 3

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...النظر والفکر فی مبدء السفر والقصر
(2)...بِدَایَةُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَةِ الْحَضَرِ وَالْمِصْرِ
(3)...منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر
(4)...جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر وقصر کا حکم
(5)...محرَم کے بغیر سفر کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 4

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 5

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)...مقدس اوراق کا حکم
(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)...خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 6

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 7

علمی و تحقیقی رسائل

متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق
13 علمی، فقہی وتحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 8

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب
(2)...تفرّد کی حقیقت

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 9

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...تمبا کونوشی کے احکام
(2)...ضرورت وحاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق
(3)...حمد ونعت اور اس کی شرائط
(4)...نام رکھنے کے عربی قواعد
(5)...انگور، کھجور و دیگر اشیاء کے نبیذ اور جوس وغیرہ کی تحقیق
(6)...بالوں میں وصل کی تحقیق
(7)...دَف کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 10

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...پانی وڈھیلے سے استنجاء کی تحقیق
(2)...نیند سے وضو ٹوٹنے کی تحقیق
(3)...حرمت ونجاست سے متعلق اصول
(4)...تحقیق مسحِ رقبة
(5)...نماز کے وقت سوتے رہ جانا اور طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا
(6)...نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ
(7)...خواتین کی امامت وجماعت کا شرعی حکم
(8)...بوقتِ خطبہ آنے والے کو تحیۃُ المسجد کا شرعی حکم
(9)...صلاۃُ التسبیح سے متعلق احادیث وروایات کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 11

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...شفاعة فی الأخرة (اقسام واحکام)
(2)...اھلِ فترة وجاھلیة کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 15

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(2)...سابِّ رسول کی سزا، وتوبہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

www.idaraghufran.org

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

موجودہ زمانہ میں خلوت کے چند خطرناک گناہ (قسط1)

موجودہ زمانہ، مختلف جہات سے فتنوں کا زمانہ ہے، جس میں قیامت سے پہلے کے احادیث میں بیان فرمودہ کئی قسم کے نت نئے فتنے ظاہر ہورہے ہیں۔

اور بعض فتنے ایسے بھی ہیں کہ جن پر نفس وشیطان کی طرف سے اتنی خوبصورت ومزین ملمع سازی کر دی گئی ہے کہ ان کو ایک بڑا دیندار طبقہ بھی گناہ سمجھنے اور ماننے کے لیے تیار نہیں، جبکہ ان فتنوں کا گناہ ہونا شریعت کی رو سے بہت بدیہی اور واضح ہے، اور ان میں امتِ مسلمہ کے کسی مسلک وفرقہ اور مکتبِ فکر کا بھی اصولی اعتبار سے اختلاف نہیں۔

چنانچہ فحش گوئی، بدگوئی اور بدزبانی و بدکلامی، الزام و بہتان تراشی، غیبت چغلی، بے جا تجسس، بدگمانی، اور مسلمان کی عیب جوئی اور تحقیر وتذلیل جیسے گناہوں کے، گناہ ہونے میں کوئی قابلِ ذکر اختلاف نہیں، اور ان کا گناہ ہونا اجتہادی واختلافی درجہ کی چیز نہیں، لیکن افسوس کہ بعض فروعی، اجتہادی واختلافی نوعیت کے مسائل میں کسی ایک موقف کو ثابت کرنے کے لیے بھی مذکورہ اور اس جیسے دوسرے کئی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا جانے لگا ہے۔

اور یہ گناہ، موجودہ ذرائع ابلاغ اور بطورِ خاص سوشل میڈیا کے ذریعے سے ایسے عام ہونے لگے ہیں کہ بہت سے دیندار اور صاحبِ علم حضرات بھی تنہائی اور خلوت میں بیٹھ کر، اس قسم کے گناہوں سے محفوظ نہیں رہے۔

جبکہ آج سے ہزاروں سال پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امتِ مسلمہ کو اس قسم کے فتنوں اور گناہوں سے آگاہ فرمادیا تھا۔

جس کی کچھ تفصیل، احادیث وروایات کی روشنی میں ذکر کی جاتی ہے۔

www.idaraghufran.org

ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِّنْ أُمَّتِي يَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ بِيْضًا، فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا، قَالَ ثَوْبَانُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، صِفْهُمْ لَنَا، جَلِّهِمْ لَنَا، أَنْ لَّا نَكُوْنَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ، قَالَ: أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ، وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ، وَيَأْخُذُوْنَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُوْنَ، وَلٰكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ اِنْتَهَكُوْهَا (سنن ابن ماجه ، رقم الحديث ۴۲۴۵) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کو جانتا ہوں، جو قیامت کے دن ''تہامہ'' کے پہاڑوں کے برابر، صاف ستھری نیکیاں لے کر آئیں گے، لیکن اللہ عزوجل ان کو اس گرد وغبار کی طرح کر دے گا، جو اُڑ جاتا ہے، حضرت ثوبان نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان کر دیجئے، اور کھول کر بیان فرمادیجیے، تا کہ ہم لاعلمی سے ان لوگوں میں شامل نہ ہو جائیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جان لو کہ وہ لوگ تمہارے بھائیوں (یعنی مسلمانوں) میں سے ہوں گے، اور تمہاری طرح کے (عبادت گزار) ہوں گے، اور رات کی عبادت کا کچھ حصہ بھی پائیں گے، جیسے تم (رات کو) عبادت کرتے ہو، لیکن وہ لوگ یہ کریں گے کہ جب اکیلے (اور تنہائی میں) ہوں گے، تو حرام کاموں کا ارتکاب کریں گے (سنن ابنِ ماجہ)

مذکورہ حدیث میں ان لوگوں کی حالت بیان ہوئی ہے، جو نہایت دیندار، عبادت گزار و شب بیدار اور نیک صالح لوگ ہوں گے، اور وہ تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے، اور تہامہ سے مراد مکہ اور اس کے اردگرد اور اطراف کی جگہیں ہیں۔

(ملاحظہ ہو: فتحُ الباری لابن حجر ، ج: ۵ ص: ۳۳۷ ، قوله باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب وكتابة الشروط)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

لیکن آخرت میں ان نیک لوگوں کی وہ نیکیاں گردوغبار کی طرح بے وزن ثابت ہوں گی۔

اوراس کی وجہ مذکورہ حدیث میں یہ بیان کی گئی کہ وہ خلوت وتنہائی میں حرام کاموں کا ارتکاب کریں گے۔

نبی صلی اللہ کی اس حدیث کا مصداق آج کے دور میں وہ دیندار لوگ خاص طور پر ہیں، جوجلوت میں لوگوں کے سامنے عابدوزاہد شمار ہوتے ہیں، بعض تو دین کی تبلیغ وتشہیر بھی کرتے ہیں، اور بعض قال اللّٰہ و قال الرسول کی عظیم خدمات بھی سرانجام دیتے ہیں اورذکر وتسبیح اور تہجد وغیرہ بھی پڑھتے ہیں، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں اصولاً اس کا ذکر ہے۔

لیکن وہ خلوت اور تنہائی میں بیٹھ کر موجودہ دور کے ذرائع ابلاغ، خاص کر انٹرنیٹ، اور فیس بک وغیرہ کے ذریعے سے کئی گناہوں اورحرام کاموں کا ارتکاب بھی کرتے ہیں۔

مثلاً مذکورہ وسائل کے ذریعہ، بدزبانی وبدکلامی، جھوٹ، غیبت، بہتان، الزام تراشی وغیرہ کے سننے اور کرنے کے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔

یا اس طرح کے اور دوسرے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، بلکہ بعض تو ایسے بھی ہیں کہ جو فحش پروگرام دیکھتے اوران سے نفس کا حظ حاصل کرتے ہیں۔

چونکہ مذکورہ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو عبادت گزار بھی قرار دیا، اس لیے یہ حالت ایسے دیندار لوگوں پر ہی منطبق ہوتی ہے۔

پس مذکورہ حدیث، بطورِ خاص دینداروں، اورعلماء وصلحاء کے لیے بہت توجہ اوراہمیت کی حامل ہے، جن کو اپنی خلوت وتنہائی کی حالت کا خاص جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:شرح سنن ابن ماجة المسمى مرشد ذوى الحجا والحاجة إلى سنن ابن ماجه والقول المكتفى على سنن المصطفى،لمحمد الأمين الأثيوبى،ج٢٦،ص١٠٣،تتمة كتاب الزهد،باب ذكر الذنوب)

اسی وجہ سے احادیث میں جلوت اورخلوت ہرحال میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم آیا ہے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث

چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

www.idaraghufran.org

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ۲۱۳۵۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو (اور تقویٰ اختیار کرو) جہاں کہیں بھی تم ہو، اور برے عمل کے بعد نیک عمل کرلو (نیک عمل میں توبہ بھی داخل ہے) تاکہ وہ نیک عمل (اور توبہ) اس برے عمل کو مٹادے، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کو اختیار کرو (مسند احمد)

مذکورہ حدیث میں برائی کے بعد نیک عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور نیک عمل میں توبہ بھی داخل ہے، بعض گناہ تو نیک عمل سے معاف کردیے جاتے ہیں، مثلاً جو صغیرہ گناہ ہوں، اور بعض گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے، مثلاً جو کبیرہ گناہ ہوں، اور بعض گناہوں کی تلافی کے لیے ان کی ادائیگی بھی ضروری ہوتی ہے، جو توبہ کا حصہ کہلاتی ہے، مثلاً قضاء شدہ فرض نمازوں کو اداء کرنا، یا تلف شدہ حقوق العباد کو اداء کرنا۔

مذکورہ حدیث میں لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق، اختیار کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے، جس کا بعض دوسری احادیث میں بھی ذکر آیا ہے، اور اچھے اخلاق کو، گناہوں کی معافی و تلافی میں خاص دخل ہے۔

(جاری ہے............)

[1] قال شعيب الأرنؤوط: حسن لغيره، (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

جذباتیت اور سطحیت سے اجتناب کیجیے

(20-ربیع الآخر-1442ھ)

ایک زمانے سے دیکھنے میں آ تا رہا ہے کہ ’’بھیڑ چال‘‘ کی روایت کی وجہ سے عموماً ہمارے معاشرہ اور بطورِ خاص ہمارے ملک میں جذباتیت اور سطحیت پر عمل کا پہلو روز بروز پروان چڑھ رہا ہے، جب کسی چیز کے ردِعمل کا معاملہ پیش آ تا ہے، تو عام طور پر اس میں ہوش سے زیادہ، جوش، اور حقیقت وگہرائیت سے زیادہ سطحیت وجذباتیت کو ترجیح دی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں جہاں ہمیں اپنی کاوشوں، کوششوں اور جدوجہد کے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو پاتے، اسی کے ساتھ ہماری اجتماعی صلاحیت اور انرجی (Energy) کا بڑا حصہ بھی کسی مفید مصرف کے بجائے، اور نتیجہ خیز ہوئے بغیر ویسے ہی ضائع اور ویسٹ (Waste) ہوکر رہ جاتا ہے، اور ہماری وہ صلاحیت وانرجی جو دوسرے ضروری، مفید اور اہم کاموں میں خرچ کی جاسکتی تھی، اس سے محرومی مقدر بن جاتی ہے، اور اس طرح ہم دین ودنیا کے مختلف شعبوں میں روز بروز کمزور ہوتے جارہے ہیں۔

اس بھیڑ چال والی صورتِ حال کی ذمہ داری، جہاں عوامی حلقوں پر عائد ہوتی ہے، اسی کے ساتھ ان علمی ودینی حلقوں پر بھی عائد ہوتی ہے، جو تحقیق سے زیادہ تقلید، بھیڑ چال اور رضائے خالق کے مقابلے میں رضائے مخلوق کو پیشِ نظر رکھ کر آگے بڑھتے ہیں۔

اور اللہ کے جس بندہ کی طرف سے اس جذباتی طبقہ کو جوش کے بجائے ہوش سے کام لینے، اور سطحیت وجذباتیت کے بجائے، حقیقت وگہرائیت پر نظر کرنے کی دعوت دی جاتی ہے، تو غور وفکر کیے بغیر فوراً اس کے خلاف سخت ردِّعمل کا اظہار کیا جاتا ہے۔

جب جذباتیت وسطحیت، اس درجہ غلو تک پہنچ جائے کہ اس میں اعتدال واصلاحِ احوال کی دعوت دینے والے کی بات کو سننا تک گوارا نہ کیا جائے، اور محض اپنے جذباتی وسطحی موقف کے خلاف ہونے

پر اس کی تردید اور اس پر نکیر شروع کردی جائے، تو معاملہ اور زیادہ سنگین صورت حال اختیار کرلیتا اور بربادی کی طرف چلا جاتا ہے، جس کا بدقسمتی سے اب ہم نے سامنا کرنا شروع کردیا ہے۔

اس جذباتی و سطحی سوچ اور مزاج کے آثارِ بد دنیا کے معاملات سے زیادہ، ہمارے دینی ماحول پر پڑ رہے ہیں، جس کی وجہ سے ہماری کئی دینی واجتماعی کوششوں میں بھی اب وہ حقیقت، اور وہ قوت دکھائی نہیں دیتی، جو پہلے کسی زمانے میں دکھائی دیتی تھی۔

اس لیے مختلف واقعات وحالات کے تناظر میں بسا اوقات محسوس ہوتا ہے کہ اب ہم حقیقت کی منزل سے بھٹک چکے اور راستے سے بہت دور نکل چکے ہیں۔

ہمارے یہاں ایک عرصہ سے دنیا کے معاملات میں تو ذرا ذرا سی بات پر مارکوٹ، گالم گلوچ، اور مرنا، مارنا، ایک کھیل بنتا دکھائی دے ہی رہا تھا، لیکن اب دینی معاملات میں بھی ذرا ذرا سی بات پر فاسق وفاجر اور یہاں تک کہ کافر قرار دینے کی جذباتی و سطحی صورتِ حال اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔

کسی کی طرف سے گستاخِ رسول ہونے کا کوئی شوشہ چھیڑا جاتا ہے، تو متعلقہ شخص اور واقعہ کی تحقیق کی بھی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، اور اس کے خلاف بلاتحقیق ایک ٹرینڈ (Trend) چلا دیا جاتا ہے، بعض اوقات دنیا کے کسی ایک کونے کھدرے کے اندر گمنام انداز میں وقوع پذیر ہونے والے محتمل ومجمل واقعہ کو ہوا دے دے کر اور اس کو قومی وبین الاقوامی واقعہ کی حیثیت دے کر اپنی اجتماعی صلاحیتوں کو اس پر قربان کیا جانے لگتا ہے، اور برسرِ منبر ومحراب اور برسرِ بازار، محبوب رب العالمین کی ناموس کے خلاف ہونے والے واقعات واشخاص کا بار بار چرچا کیا جاتا ہے جبکہ کوئی باحیاء شخص، اپنے والدین یا استاذ کے خلاف ہونے والی گستاخی کا اس طرح برملا چرچا واظہار کرنا گوارا نہیں کرتا۔

بعض اوقات کسی ایک گستاخ کافر کو تنبیہ کی جدوجہد کرنے کے لیے اپنے ہزاروں، لاکھوں مسلمان بھائیوں کو مختلف قسم کے مصائب وآلام سے دوچار کیا جاتا ہے، سینکڑوں قیمتی جانوں کو قتل اور فساد کی بھینٹ چڑھوا دیا جاتا ہے، اور اس گستاخِ رسول کافر کو سزا وتنبیہ تو کیا ہوتی، بسا اوقات اس کو عالمی طاقتوں کے محفوظ ہاتھوں میں پہنچوا کر ''ہیرو'' اور انٹرنیشنل درجہ کا مشہور فرد بنوا دیا جاتا ہے۔

اس طرح کے واقعات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

مقالات و مضامین

مولانا شعیب احمد

ہر تعریف خدا کے لیے

قرآن مجید کی ابتداء اس آیتِ مبارکہ سے ہوتی ہے کہ:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ"

''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے''

یہ بڑی عجیب اور محیرُ العقول آیتِ کریمہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ ہی کو ہر طرح کی تعریف کا سزاوار اور حقدار قرار دیا گیا ہے۔ جس کی رُو سے کائنات میں جب بھی اور جہاں بھی کسی شے کی تعریف کی جاتی ہے تو وہ درحقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی تعریف اور حمد وثنا ہوتی ہے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کہ ہم تو دنیا میں بہت سی چیزوں مثلاً خوبصورت مناظر، دلکش نظاروں، حسن و جمال اور ذہانت و فطانت وغیرہ کی بھی تعریف کرتے ہیں، جس میں بظاہر خدا کی حمد وثنا کی بجائے مخلوق کی تعریف وتوصیف معلوم ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح کسی تصویر کی تعریف دراصل اس کے مصور کی ہی تعریف کہلاتی ہے اسی طرح مخلوق کی تعریف درحقیقت اس کے خالق کی ہی تعریف کہلاتی ہے۔

ظاہر بات ہے کہ دنیا میں جس چیز میں بھی کوئی کمال یا خوبصورتی نظر آتی ہے تو وہ اس کی ذاتی نہیں بلکہ خدا کی عطا ہے۔ سمندر کی گہرائی، دریا کی روانی، شمس وقمر کی روشنی، پہاڑوں کی بلندی، سبزے کی طراوت، پھلوں کا ذائقہ، سبزیوں کی غذائیت، پرندوں کا ترنم اور پھولوں کی خوشبو اپنا ذاتی کمال ہرگز بھی نہیں بلکہ خدا ہی کا دیا ہوا عطیہ ہے۔ لہٰذا ان میں سے کسی کی تعریف درحقیقت خدا کی ہی تعریف کہلائے گی۔

اب آپ سوچیں گے کہ دنیا میں تو ہم ایسی اشیاء کی بھی تعریف کرتے ہیں جو خالصتاً انسانی ذہن و صلاحیت کی پیداوار ہوتی ہیں۔ مثلاً سائنسی ایجادات اور عمارتیں وغیرہ، جن میں خدا کی تعریف کا کوئی پہلو بظاہر نظر نہیں آتا۔ لیکن ذرا سوچیے کہ جس انسان نے بھی کسی شے کو ایجاد کیا ہے تو اس میں

www.idaraghufran.org

اصل کردار کس کا ہے؟ انسان کی ذہانت وفطانت اور صلاحیت وقوت کا۔اور یہ صلاحیت وقوت اور ذہانت وفطانت کس کی عطا کردہ ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ کی۔پس یہاں بھی اصل تعریف خدا کی ہی پائی گئی۔

الغرض کسی بھی تعریف کے پردوں کو جب ہم کھولنا شروع کریں گے تو چلتے چلتے آخری پردہ پر جب ہم پہنچیں گے تو اس کے پیچھے خدا کی ہی حمد وثنا دکھائی دے گی۔کیونکہ کسی بھی باکمال ہستی یا شے کا کمال ذاتی نہیں ہوا کرتا بلکہ ہر صاحبِ کمال و جمال کو اللہ تعالیٰ نے ہی وجود بخشا اور اسی نے تمام مخلوق کو کمالات وصفات سے نوازا ہے۔

حتیٰ کہ انسان کی معمولی اور بنیادی ضروریات پورا ہونے میں بھی انسان کا اپنا کوئی کمال نہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں کھانا کھانے اور پانی پینے کے بعد بھی ''الحمدللہ'' کہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ [1]

اس میں بھی یہی سبق پوشیدہ ہے کہ جو کھانا ہم کھاتے ہیں اور جو پانی ہم پیتے ہیں اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں۔ بلکہ اس میں بھی ساری قدرت اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی کارفرما ہے۔ظاہر بات ہے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ بارش نہ برسائیں تو انسان قحط سالی اور خشک سالی کا شکار ہوسکتا ہے۔جس کے نتیجے میں کھانے پینے کی اشیاء میسر آنا مشکل ہوجائے گا،اور ایسا ہونا بھی ممکن ہے کہ ان چیزوں کے موجود ہوتے ہوئے بھی کسی بیماری یا عذر کی وجہ سے ان نعمتوں کو کھانے کی استطاعت ضائع وختم ہو کر رہ جائے۔

اس تفصیل سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ دنیا کی تمام تعریفیں درحقیقت اسی ایک قادرِ مطلق کے لیے ہیں۔ان کو کسی مخلوق کی تعریف سمجھنا کوتاہ نظری اور کم فہمی پر مبنی ہے۔

---

[1] ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: " من أكل طعاما فقال: الحمد لله الذى أطعمنى هذا ورزقنيه من غير حول منى ولا قوة، غفر له ما تقدم من ذنبه '' (سنن الترمذی ، رقم الحديث : ۳۴۵۸، أبواب الدعوات ، باب ما يقول إذا فرغ من الطعام)

'' عن أبى جعفر، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا شرب الماء قال: الحمد لله الذى سقانا عذبا فراتا برحمته، ولم يجعله ملحا أجاجا بذنوبنا '' (الدعاء للطبرانی ، رقم الحديث : ۸۹۹ ، باب القول عند الفراغ من الطعام والشراب)

www.idaraghufran.org

بسلسلہ : تاریخی معلومات	مولانا طارق محمود

ماہِ ربیع الاول: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ربیع الاول ۹۰۱ھ: میں حضرت احمد بن مصطفیٰ بن خلیل رومی حنفی طاشکبری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوکانی، ج ۱، ص ۱۲۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۹۰۲ھ: میں حضرت محمود بن احمد بن حسن بن اسماعیل بن یعقوب بن اسماعیل عینی قاہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوکانی، ج ۲، ص ۲۹۴)

□......ماہِ ربیع الاول ۹۰۴ھ: میں امیر کرتبای جرکسی کی وفات ہوئی، یہ دمشق کے نائب گورنر تھے(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۳۰۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۹۰۶ھ: میں حضرت شیخ زین الدین عمر''ابن جانبک'' دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۲۸۶)

□......ماہِ ربیع الاول ۹۰۷ھ: میں حضرت شیخ زین الدین عمر بن سلیمان مقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۲۸۶)

□......ماہِ ربیع الاول ۹۰۹ھ: میں حضرت ولی الدین محمد بن محمد محرقی منصوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۱۱)

□......ماہِ ربیع الاول ۹۱۷ھ: میں حضرت شیخ محمد شمس الدین محلاوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۸۲)

□......ماہِ ربیع الاول ۹۱۸ھ: میں حضرت جمال الدین عبداللہ مصری حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۲۱۹)

□......ماہِ ربیع الاول ۹۲۰ھ: میں حضرت صلاح الدین محمد بن ظہیرة محمد بن ابی السعود بن ابراہیم مکی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج ۱، ص ۲۸)

□......ماہِ ربیع الاول ۹۲۱ھ: میں حضرت بدرالدین حسن بن ثابت بن اسماعیل زمزمی مکی رحمہ

www.idaraghufran.org

اللہ کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ١، ص ١٧٩)

□...... ماہِ ربیع الاول ۹۲۵ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن عبدالقادر نبراوی مصری حنبلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ١، ص ١٣٩)

□...... ماہِ ربیع الاول ۹۲۸ھ: میں حضرت شیخ سعداللہ بن فیروز بن موسیٰ بن معزالدین بخاری دہلوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسنى، ج ٤، ص ٣٤٣)

□...... ماہِ ربیع الاول ۹۳۴ھ: میں حضرت شیخ شرف الدین بن عبدالقدوس گجراتی برھانپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسنى، ج ٤، ص ٣٤٨)

□...... ماہِ ربیع الاول ۹۳۶ھ: میں امیر اسد بن صنع اللہ تبریزی کی وفات ہوئی۔

(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ٢، ص ١٢٢)

□...... ماہِ ربیع الاول ۹۳۹ھ: میں حضرت عزالدین محمد بن حمدان دمشقی صالحی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ٢، ص ٣٠)

□...... ماہِ ربیع الاول ۹۴۰ھ: میں امیر شمس الدین محمد بن یوسف بن یوسف امیری حلبی کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ٢، ص ٦٨)

□...... ماہِ ربیع الاول ۹۴۱ھ: میں حضرت شیخ محمد بن احمد غمری مصری شافعی صوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ٢، ص ٢٤)

□...... ماہِ ربیع الاول ۹۴۲ھ: میں حضرت شیخ عبدالقادر بن جمال الدین شرف حسنی کیلانی لاہوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسنى، ج ٤، ص ٣٧١)

□...... ماہِ ربیع الاول ۹۴۳ھ: میں حضرت شیخ بدرالدین بن جلال الدین حنفی صوفی گجراتی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسنى، ج ٤، ص ٣١٦)

□...... ماہِ ربیع الاول ۹۴۴ھ: میں حضرت شیخ مبارک عبداللہ حبشی دمشقی قابونی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزى، ج ٢، ص ٢٤٣)

□...... ماہِ ربیع الاول ۹۴۶ھ: میں حضرت شیخ سالار بن ہبۃ الدین حنفی کوروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحيي الحسنى، ج ٤، ص ٣٤٢)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء(قسط4)

گزشتہ قسط میں فقہ حنفی کے مشہور علماء وفقہاء میں سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ذکر تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے، ذیل میں فقہ حنفی کے دوسرے بڑے امام''امام محمد رحمہ اللہ'' کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(2)......امام محمد

آپ کا نام''**محمد بن حسین شیبانی** ''ہے، کنیت''**ابو عبداللّٰہ**''تھی، اور قبیلہ''**بنی شیبان**''سے تعلق ہونے کی وجہ سے''**شیبانی**''بھی کہلائے۔

آبائی علاقہ دمشق تھا، یہاں سے آپ کے والد عراق کے ایک شہر''واسط'' کی طرف منتقل ہوئے، جہاں 131 ہجری میں آپ کی پیدائش ہوئی، آپ کی نشو ونما کوفہ میں ہوئی، جو کہ اس زمانہ کا علمی گڑھ تھا۔

آپ اپنے وقت کے مشہور امام، عالم، محدث، فقیہ اور مجتہد تھے،''**فقیہ العراق** ''کے لقب سے بھی جانے جاتے تھے، آپ کو فقہ میں اور اصولِ فقہ میں خاص مہارت حاصل تھی۔

آپ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے بعد، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دوسرے بڑے شاگرد تھے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی طرح اجتہاد کی قابلیت اور صلاحیتیں بھی موجود تھی، اس لیے مجتہد بھی کہلائے۔

آپ کے بارے میں منقول ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی طرح، آپ کا شمار بھی اجتہاد اور قیاس کے ماہرین میں ہوتا ہے۔

چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ کا عراق میں حلقۂ درس ہوا کرتا تھا، جس سے ہزاروں کی تعداد میں خلق اللہ نے فائدہ اُٹھایا، اور اس طرح اس مسلک کی دنیا بھر میں اشاعت ہوئی۔

آپ فقہ کے ساتھ ساتھ''**فقہُ الحدیث** ''کے بھی جامع تھے، جہاں ایک طرف آپ عراقی فقہ کے راوی اور ترجمان تھے، تو دوسری طرف''**موطأ امام مالک**''کے راوی بھی تھے۔

تدوینِ فقہ کی طرف آپ کی خاص توجہ تھی، سچ تو یہ ہے کہ فقہ کو متاخرین تک پہنچانے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے، اس پر مزید یہ کہ آپ صرف فقہ حنفی کے ناقل وترجمان نہ تھے، بلکہ امام مولک رحمہ اللہ سے ''موطأ'' کو روایت کر کے بھی، فقہ عراق اور فقہ حجاز دونوں کے ناقل اور جامع تھے،'' موطأ امام مالک'' کے راویوں میں آپ کی روایت، عمدہ روایات میں سے تسلیم کی گئی ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کو فقہاء میں جو بلند مقام حاصل ہوا، اس کی وجوہات درجِ ذیل تھیں:

(1)......آپ صاحب اجتہاد تھے۔

(2)......آپ اہلِ عراق اور اہلِ حجاز دونوں کے فقہ کے جامع تھے، چنانچہ ''موطأ امام مالک'' جس کو آپ نے اپنی سند سے روایت کرتے ہیں، اور پھر جو قول امام مالک کا فقہ حنفی کے خلاف ہو، اس کا جواب دیتے یا پھر کبھی ترجیح دیتے ہیں۔

(3)......فقہ کے جامع راوی تھے، اور اسے بعد کے اصحاب تک پہنچانے والے تھے۔

آپ نے فقہ کے علم کا آغاز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کیا، اور اس کی تکمیل امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے کی، گویا آپ کو امام ابو یوسف کی مصاحبت حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ، ان کے شاگرد ہونے کی نسبت بھی حاصل ہے، اس طرح امام ابوحنیفہ اور امام ایوسف رحمہما اللہ آپ کے شیوخ بھی شمار ہوتے ہیں، فقہاء آپ کا قول ان دونوں حضرات سے نقل فرماتے وقت ''شیخین'' کا لفظ استعمال فرماتے ہیں، اس سے مراد امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہی ہوتے ہیں۔

آپ فقیہ ہونے کے ساتھ محدثِ وقت بھی تھے، جس کے لیے آپ امام ابوحنیفہ، مسعر بن کدام، مالک بن مغول، امام اوزاعی، امام مالک بن انس اور دیگر اصحاب سے روایت کرتے ہیں۔

اور آپ سے روایت کرنے والوں میں امام شافعی، ابوعبید، ہشام بن عبیداللہ، بخاری کے مشہور فقیہ ''احمد بن حفص''، علی بن مسلم طوسی اور دیگر اصحابِ علم وامام حضرات ہیں۔

تاہم اس سلسلہ میں امام شافعی کی مرویات سب سے زیادہ ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے اسفار میں یہ بات مذکور ہے کہ آپ نے یمن سے واپس آتے ہوئے، سفیان بن عیینہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے، بغداد جا کر امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کی، اور آپ کے حلقہ درس میں شامل ہو کر فقہ کی تکمیل کی، اور آپ فرمایا کرتے تھے

کہ ’’میں نے امام محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بار برابر احادیث سنی ہیں‘‘۔ [1]

یہ وہی امام محمد ہیں، جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد اور آپ کے علم وتفقہ کے ترجمان وناشر ہیں، ان کی تمام عمر امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت اور فقہ حنفی کی نشر واشاعت میں گزری ہے۔

قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی وفات کے بعد، خلیفۂ وقت ہارون رشید کی طرف سے آپ کو قاضی مقرر کیا گیا، ہارون رشید آپ کے تجرِ علمی سے بے حد متاثر تھا، اور آپ کی ذہانت کی داد بطورِ مثال دیا کرتا تھا۔

آپ کی وفات 189 ہجری میں ہارون رشید کے ساتھ خراسان کی طرف ایک سفر میں ’’رَے‘‘ مقام پر ہوئی، اور یہیں آپ کی تدفین کردی گئی۔

امام محمد رحمہ اللہ کی تصانیف فقہ حنفی میں اولین مرجع سمجھی جاتی ہیں، اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، جن میں سے چند ایک مشہور اور متداول کتب درج ذیل ہیں:

(1)......المبسوط (یہ کتاب فقہ کی فروعات اور جزئیات پر مشتمل ہے)

(2)......الجامع الکبیر (3)......الجامع الصغیر (4)......الزیادات

فقہ حنفی میں مذکورہ بالا کتب کو ’’ظاھر الروایة‘‘ کا نام دیا جاتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی متعدد کتب تالیف فرمائی ہیں۔

(1)......کتاب الآثار (2)......السیر الکبیر

(3)......السیر الصغیر (4)......موطا امام مالک

(5)......الامالی (6)......الاصل

(7)......الحجة علی اهل المدینة (8)......المخارج فی الحیل [2]

---

[1] وكان الشافعي يقول: سمعت من محمد بن الحسن رحمه الله وقر بعير (جامع بيان العلم وفضله، لابى أبو عمر يوسف بن عبد الله النمرى القرطبى، ج ١، ص ٤١٣، تحت رقم الترجمة: ٦٠٥)

[2] هو محمد بن الحسن بن فرقد .نسبته إلى بنى شيبان بالولاء .أصله من (خرستا) من قرى دمشق، منها قدم أبوه العراق، فولد له محمد بواسط، ونشأ بالكوفة .إمام فى الفقه والأصول، ثانى أصحاب أبى حنيفة بعد أبى يوسف .من المجتهدين المنتسبين .هو الذى نشر علم أبى حنيفة بتصانيفه الكثيرة .ولى القضاء للرشيد بالرقة، ثم عزله واستصحبه الرشيد فى مخرجه إلى خراسان، فمات محمد بالرى من تصانيفه: (الجامع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(3)......امام زفر

امام زفر رحمہ اللہ کا شمار، امام ابوحنیفہ کے مشہور اور کبار تلامذہ میں ہوتا ہے، آپ امام ابو یوسف اور امام محمد کے بعد امام صاحب رحمہ اللہ کے تیسرے بڑے شاگرد ہیں، مگر صحبت کے اعتبار سے ان دونوں حضرات سے مقدم ہیں، کیونکہ آپ امام صاحب کے حلقۂ درس میں کثرت سے موجود رہتے تھے۔

آپ کا مکمل نام ''زفر بن هذيل بن قيس '' ہے، آپ کے آباء واجداد اصبہان کے رہنے والے تھے، آپ وقت کے مشہور امام، فقیہ اور مجتہد تھے، وقت کے ذہین ترین افراد میں شمار تھا، آپ امام صاحب کی آراء وآثار کو کثرت سے روایت کرتے ہیں، اور امام صاحب کے دیگر تلامذہ میں قیاس و اجتہاد کے ماہرین میں شمار ہوتے ہیں، آپ سے منقول مسائل عام طور پر قیاس کے اصولوں کے مطابق ہوتے ہیں، کتبِ سیر وسوانح میں آپ کو ''اقيس اصحابي '' اور '' هو أقيسهم '' اور '' كان أقيس أصحابه '' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، امام صاحب خود بھی آپ کے متعلق '' اقيس اصحابي '' فرمایا کرتے تھے، یعنی زفر میرے اصحاب میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے ہیں۔

کتبِ فقہ میں سوائے چند مسائل کے، آپ کا امام ابو یوسف اور امام محمد سے کثرت سے اختلاف منقول ہے، مگر آپ کا یہ قول بھی کہیں نہ کہیں امام صاحب سے ہی منقول ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی نگرانی اور رہنمائی میں فقہ حنفی کو ان کے جن چالیس شاگردوں نے باقاعدہ مدون ومرتب کیا، ان میں امام ابو یوسف، امام محمد کے بعد خاص طور پر آپ کا نام بھی شامل ہے۔

آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بڑے تلامذہ میں سے تھے، آپ کو امام صاحب سے کافی لگاؤ تھا، ان کی مجلس میں کثرت سے آنا جانا تھا، امام صاحب سے علم کا بڑا حصہ حاصل کیا تھا، اور آپ امام صاحب

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الكبير) و (الجامع الصغير) و (المبسوط) و (الزيادات)، وهذه كلها التى تسمى عند الحنفية كتب ظاهر الرواية، وله (كتاب الآثار) و ((الأصل) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١، ص ٣٧٠، تحت الرجمة: محمد بن الحسن، 189---131هـ)

له كتب كثيرة فى الفقه والأصول، منها (المبسوط) فى فروع الفقه، و (الزيادات) و (الجامع الكبير) و (الجامع الصغير) و (الآثار) و (السير) و (الموطا) و (الأمالى) جزء منه، و (المخارج فى الحيل) فقه، و (الأصل) الأول منه، و (الحجة على أهل المدينة) الأول منه (الاعلام للزركلى، ج٦، ص ٨٠، تحت الترجمة: "الشيبانى")

www.idaraghufran.org

کے ان شاگردوں میں سے تھے کہ جن کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ”تم لوگ میرے دل کا سرور ہو، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، میں نے تمہیں تفقہ فی الدین میں اس قابل بنادیا ہے کہ لوگ تمہاری اتباع میں دوڑتے ہوئے آئیں گے“۔

عمر بن سلیمان عطار فرماتے ہیں کہ میں جب کوفہ میں تھا، تو میں ابوحنیفہ کی مجالس میں آیا جایا کرتا تھا، اس دوران (آپ کے شاگرد) زفر بن ہذیل کی شادی ہوئی، اور زفر بن ہذیل کا نکاح ابوحنیفہ نے پڑھایا، چنانچہ آپ نے بڑے انشراح کے ساتھ ان کا نکاح پڑھایا، اور خطبۂ نکاح میں ان کے (یعنی زفر بن ہذیل) کے بارے میں بڑے شاندار الفاظ کہے:

”هـذا زفـر بـن الهـذيـل وهـو امـام من أئمة المسلمين وعلم من أعلام الدين فی حسبه وشرفه وعلمه“

یہ زفر بن ہذیل ہیں، جو اپنے حسب ونسب، اور اپنی شرافت اور اپنے علم کی وجہ سے مسلمانوں کے مقتدا اور امام ہیں، اور دین کے زبردست عالم ہیں۔

(اخبار ابی حنیفة و اصحابه لابی عبد الله الصیمری، ص 109)

آپ اپنے وقت میں بصرہ کے قاضی بھی رہے، آپ نے علم وعبادت دونوں صفات کو اپنے اندر جمع کررکھا تھا، آپ نے بھی متعدد کتب تصانیف فرمائیں۔

آپ کی پیدائش 110 ہجری میں ہوئی، اور وفات 48 سال کی عمر میں 158 ہجری میں ہوئی، اس طرح آپ عمر میں امام ابویوسف سے 2 سال اور امام محمد سے 22 سال بڑے تھے، کیونکہ امام ابویوسف کی تاریخِ پیدائش 113 ہجری اور امام محمد کی 131 ہجری ہے۔ [1]

---

[1] زفر بن الهذيل بن قيس العنبری، من تميم، أبو الهذيل: فقيه كبير، من أصحاب الإمام أبی حنيفة .أصله من أصبهان .أقام بـالبصرة وولی قضائها وتوفی بها .وهـو أحـد العشرة الذين دونوا (الكتب) جمع بين العلم والعبادة .وكـان مـن أصـحـاب الحديث فغلب عليه (الرأی) وهو قياس الحنفية، وكان يقول: نحن لا نأخذ بـالـرأی مـا دام أثـر، وإذا جـاء الأثـر تـركـنـا الـرأی (الاعـلام لـلـزركلی، ج٣، ص ٤٥، زفر بن الهذيل، 110-158ھ= 728- 775م)

هـو زفر بن الهذيل بن قيس العنبری .أصله من أصبهان .فـقيـه إمام من المقدمين من تلاميذ أبی حنيفة .وهو أقيسهم .وكان يأخذ بالأثر إن وجده .قال: ما خالفت أبا حنيفة فی قول إلا وقد كان أبو حنيفة يقول به .تولى قضاء البصرة، وبها مات .وهو أحد الذين دونوا الكتب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١، ص ٣٥٣، تحت الترجمة: زفر، 110 ـ 158ھ)

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط55) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کا نظامِ حکومت

پہلے یہ بات ذکر کی جا چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر وبیشتر خواص صحابہ کرام اور دیگر قبائل کے اکابر سے مشورہ کیا کرتے تھے، مگر بسا اوقات عوام الناس کو بھی اس مشورہ میں شامل کیا کرتے تھے۔ انسان کی سرشت اور گُھٹی میں یہ چیز پنہاں ہے کہ جب بھی اسے کوئی عہدہ ملتا ہے، تو وہ کبھی بھی اپنے ماتحت طبقے یا لوگوں کی تنقید برداشت نہیں کرتا۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ عام لوگ بھی ایسے شخص کے سامنے اپنی زبان کھولنے سے کتراتے ہیں۔ اس طرزِ عمل کی مثالیں تاریخ میں بہت سے بادشاہ قائم کر چکے ہیں۔

مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو دیکھا جائے، تو آپ کی شخصیت ان حکمرانوں سے بہت مختلف تھی، جنہوں نے تلواروں کے زور پر تخت حاصل کیا ہوا تھا، جن کے نیزوں کی دھار کے خوف سے عام رعایا ان کی ہاں میں ہاں ملاتی تھی۔ اگر بادشاہ دن کو رات کہتا تو تمام لوگ اس کو رات ہی کہتے۔ اگر وہ کالے کو سفید کہتا تو تمام عام وخاص سب اس کو سفید ہی کہتے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے تمام رعایا کو اس بات کا اختیار دیا ہوا تھا کہ وہ حاکمِ وقت کی رائے سے اختلاف کر سکیں، اس سے اس کی آمدنی کے بارے میں پوچھ سکیں، اس کے کرنے والے فیصلوں پر مناسب مشورہ دے سکیں۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت تاریخ میں کامیاب ترین حکومت سمجھی جاتی ہے، جس کا اعتراف اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی کیا ہے۔

جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے

مشورہ کے بارے میں تو کافی حد تک پہلے گزر چکا، مگر یہاں یہ ذکر کرنا بے فائدہ نہ ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک حاکم کی حیثیت سے اپنے مشورہ کو بھی مسلط کرنے کے بجائے صرف یہ کہہ

کر'' کہ یہ میری رائے ہے'' دوسرے تمام لوگوں کے لیے اپنی اپنی رائے سامنے رکھنے کی گنجائش باقی رکھتے تھے۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عام رعایا کی بات ورائے کا جواب بھی بہت مثبت انداز میں یہ کہہ کر دیتے تھے کہ اگر یہ لوگ ہم پر تنقید نہیں کریں گے تو ان میں کوئی خیر نہیں، اور اگر ہم ان کی بات کو قبول نہ کریں تو ہم میں کوئی خیر نہیں۔ [2]

عام رعایا کے ساتھ یہ معاملہ تھا کہ انہیں خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

اے لوگو! تم میں سے جو کوئی مجھ میں ٹیڑھ پن دیکھے تو اسے چاہیے کہ سیدھا کر دے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم اگر ہمیں آپ میں کوئی ٹیڑھ پن نظر آیا تو اسے ہم اپنی

---

[1] قَالَ أَبُو يُوسُف: وَحَدَّثَنِي غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ عُلَمَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالُوا: لَمَّا قَدِمَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَيْشُ الْعِرَاقِ مِنْ قِبَلِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ شَاوَرَ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَدْوِينِ الدَّوَاوِينِ......فَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لا يَزِيدُ عَلَى أَنْ يَقُول: هَذَا رَأْيِ.قَالُوا: فَاسْتَشِرْ .قَالَ: فَاسْتَشَارَ الْمُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ، فَاخْتَلَفُوا؛ فَأَمَّا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بن عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ رَأْيُهُ أَنْ تُقَسَّمَ لَهُمْ حُقُوقَهُمْ، وَرَأْيُ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَطَلْحَةَ وَابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ رَأْيُ عُمَرَ. فَأَرْسَلَ إِلَى عَشْرَةٍ مِنَ الأَنْصَارِ: خَمْسَةٍ مِنَ الأَوْسِ وَخَمْسَةٍ مِنَ الْخَزْرَجِ مِنْ كُبَرَائِهِمْ وَأَشْرَافِهِمْ؛ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا حَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: إِنِّي لَمْ أُزْعِجْكُمْ إِلا لأَنْ تَشْتَرِكُوا فِي أَمَانَتِي فِيمَا حُمِّلْتُ مِنْ أُمُورِكُمْ؛ فَإِنِّي وَاحِدٌ كَأَحَدِكُمْ وَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تُقِرُّونَ بِالْحَقِّ، خَالَفَنِي مَنْ خَالَفَنِي وَوَافَقَنِي مَنْ وَافقنِي، وَلَيْسَ أُرِيدُ أَنْ تَتَّبِعُوا هَذَا الَّذِي هَوَايَ، مَعَكُمْ مِنَ اللَّهِ كِتَابٌ يَنْطِقُ بِالْحَقِّ؛ فَوَاللَّهِ لَئِنْ كُنْتُ نَطَقْتُ بِأَمْرٍ أُرِيدُهُ مَا أُرِيدُ بِهِ إِلا الْحَقَّ.(كتاب الخراج لابی یوسف المتوفیٰ ١٨٢ ھ،ص ٣٦ باب فی قسمة الغنائم اذا أصيبت من العدو،فصل فی الفیء والخراج)

[2] یہاں ایک اور نکتہ کا ذکر کرنا بے فائدہ نہ ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نمونہ سامنے رکھا کہ بڑے عہدے والا شخص یا حاکم اگر عام رعایا یا عوام الناس کی ہر بات اور تنقید کا جواب دینے میں مصروف ہو جائے تو اسے اپنے کاموں میں یکسوئی نہیں رہتی، جس کے بعد وہ اپنے فرائض منصبی انجام دینے سے بھی قاصر ہو جاتا ہے۔ آج کل دیکھنے میں آتا ہے کہ اکثر و بیشتر لوگ اس بات کا خیال نہیں رکھتے، اور ہر عام وخاص کی ہر قسم کی بات کا جواب دینے میں الجھ جاتے ہیں، جس سے اپنے کام بھی کرنا ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔(محمد ریحان)

وحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عبد الله الهذلی عَن الحسن البصری أن رجلا قَالَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: اتق الله يا عمر (وأكثر عَلَيْهِ) فقَالَ لَهُ قائل: اسكت فَقَدْ أكثرت عَلَى أمير المؤمنين .فقَالَ لَهُ عُمَرُ: دعه, لَا خير فِيهِمْ إن لم يقولوها لَنَا, ولا خير فينا إن لم نقبل .وأوشك أن يرد عَلَى قائلها .

(كتاب الخراج لأبی يوسف ص ١٢ المطبعةالسلفية ومكتبتها القاهرة الطبعة الثالثة)

تلواروں سے سیدھا کردیں گے۔

جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں، جس نے اس امت میں ایسے لوگ رکھیں ہیں جو عمر کے ٹیڑھ پن کو تلوار سے سیدھا کر سکتے ہیں۔ [1]

---

[1] یہ بات ملحوظ رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد ہرگز ایسا نہ ہوگا کہ حاکمِ وقت کے خلاف مسلح خروج کیا جاسکتا ہے، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تواضع وانکساری کی خاطر ایسا فرمایا ہوگا۔ احادیث میں حاکمِ وقت کے خلاف مسلح خروج سے منع فرمایا گیا ہے۔(محمد ریحان)

وكان النقد أو النصح للحاكم فى عهد الفاروق والخلفاء الراشدين مفتوحاً على مصراعيه، فقد قام الفاروق رضى الله عنه يخطب فقال: أيها الناس من رأى منكم فىّ اعوجاجاً فليقومه، فقام له رجل وقال: والله لو رأينا فيک اعوجاجاً لقومناه بسيوفنا، فقال عمر: الحمد لله الذى جعل فى هذه الأمة من يقوم اعوجاج عمر بسيفه(فصل الخطاب فى سيرة ابن الخطاب ص١٦٨ الفصل الثالث،المبحث الأول)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

حمزہ کی پڑھائی

پیارے بچو! راولپنڈی شہر کے مین صدر بازار میں ایک ہوٹل تھا۔اس ہوٹل پر دن رات بہت رش لگا رہتا تھا۔حمزہ اس ہوٹل میں کام کرتا تھا۔نہ جانے پاکستان کے کس کونے سے اس کے ماں باپ نے اسے راولپنڈی کے اس علاقے میں لا پھینکا، جہاں لوگوں کے سینوں میں دل کے بجائے مشینیں بستی ہیں،ان کے سر میں دماغ کے بجائے کاغذوں والی کرنسی بھری پڑی ہے۔اس بچے کی عمر لگ بھگ سات سے آٹھ سال ہوگی۔شروع کے دو تین سال تو سڑکوں پر رات کے وقت انڈے بیچتا رہا۔کبھی کسی کوئٹہ ہوٹل پر چلا جاتا،اور وہاں جو لوگ اسپیشل چائے پینے میں مصروف ہوتے،انہیں انڈے کی طلب کا پوچھتا۔کبھی سڑک کے کنارے بیٹھے گپوں میں منہمک لوگوں سے انڈوں کا پوچھتا۔یوں اس کی عمر کے دو سال گزر گئے۔

جب وہ صدر کے اس ہوٹل میں پہنچا تو ہوٹل کے مالک نے اسے ویٹر کا کام سونپا۔دن رات وہ لوگوں کو چائے فراہم کرتا۔پرچ میں رکھے چائے کے دو کپ ایک ہاتھ میں اور دو دوسرے ہاتھ میں رکھے تیزی سے وہاں بیٹھے لوگوں کے آرڈر پورے کرتا۔کچھ لوگ وہاں بیٹھے اخبار پڑھتے،اور ساتھ ساتھ چائے کی چسکیاں بھرتے۔حمزہ دور بیٹھے ان لوگوں کے ہاتھ میں اخبار کی دوسری طرف پر لکھے حروف کو پڑھنے کی کوشش کرتا،لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا۔اس طرح وقت گزرتا گیا اور حمزہ پندرہ سولہ سال کا ہو گیا۔ایک دن وہاں ایک شخص بیٹھا تھا،جو روز آکر چائے پیتا اور ساتھ اخبار پڑھتا۔حمزہ نے اس سے پوچھا: ’’بھائی!اخبار میں کیا لکھا ہوا ہے؟ مجھے بھی بتاؤ۔‘‘

اخبار ہاتھ میں پکڑے پکڑے حمزہ کی طرف دیکھے بغیر وہ بندہ بولا:’’یار رکو ذرا۔میں پڑھ کے بتاتا ہوں۔‘‘ یہ کہہ کر وہ سارا اخبار پڑھتا رہا اور حمزہ کو کچھ بھی نہ بتایا۔

خیر رمضان آنے میں ایک ہفتہ تھا۔ہوٹل کے مالک یونس نے حمزہ کو بلایا اور کہا:

’’دیکھو بھئی! پورا رمضان ہوٹل بند رہے گا،اس لیے تم پچھلے سال کی طرح اس سال بھی

رمضان میں کوئی کام دھندہ ڈھونڈ لینا۔‘‘

یہ سن کر حمزہ اور پریشان ہوگیا، وہ سوچا اب میں کیا کروں گا؟ کہاں جاؤں گا؟ انہیں سوچوں میں گم وہ اپنے گھر لوٹا۔گھر میں اس کی امی نے اس سے کہا کہ بیٹا اور لوگ بھی تو مزدوری کرتے ہیں نا۔تم بھی کوئی مزدوری کر لینا۔حمزہ نے سوچا ہاں یہ ٹھیک ہے۔

اگلے ہی دن صبح سویرے وہ بیچ چوراہے میں اس جگہ جا کر کھڑا ہوگیا، جہاں مزدور کھڑے اپنے کام کی تلاش کے انتظار میں رہتے۔کڑی دھوپ میں ایک بڑی سی گاڑی آ کر حمزہ کے سامنے رکی۔گاڑی میں سے ایک بندہ باہر آیا، اور اس نے حمزہ سے کہا کہ تھوڑا سا کام ہے کرو گے؟ حمزہ نے پوچھا کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ ہمارے اسکول کی چھت کی دیوار گر گئی ہے، اس کی مرمت کرنے کے لیے ایک مزدور کی ضرورت ہے۔کیا آپ کرو گے؟ حمزہ نے جب اسکول کا نام سنا تو وہ ایک گہری سوچ میں گم ہوگیا۔اس گاڑی والے نے پھر پوچھا کہ پیسے کم ہیں؟ حمزہ خوش اتنا تھا کہ اسے کام مل گیا ہے، اس لیے اس نے پیسوں کی بات کی ہی نہیں، اور اس کے ساتھ اسکول چلا گیا۔

اسکول کا کام کچھ ہی دنوں میں ختم ہوگیا تھا۔اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے حمزہ کو اس کے کام کے پیسے دیئے، اور کہا کہ ہمارے اسکول کا گارڈ کچھ دن ہوئے چلا گیا ہے۔کیا تم اس کی جگہ کام کرو گے؟‘‘ حمزہ نے بخوشی حامی بھر لی۔حمزہ کچھ دن تک وہاں دیکھتا رہا کہ اسکول کے بعد ایک ماسٹر صاحب بچوں کو ٹیوشن بھی پڑھاتے ہیں۔اس نے ان سے کہا کہ آپ مجھے پڑھائیں گے؟ ماسٹر صاحب حمزہ کی اس بات سے بہت خوش ہوئے، اور کہا کہ ابھی تو تمہاری عمر بہت کم ہے، تم پڑھو گے، تو بہت آگے جاؤ گے۔

حمزہ اسکول کے وقت میں گارڈ کی ڈیوٹی کرتا، اور اسکول کے بعد ماسٹر صاحب سے ٹیوشن پڑھتا۔یوں اس نے میٹرک کے ساتھ ایف اے اور بی اے بھی پرائیویٹ کرلیا۔پڑھنے کے ساتھ ساتھ حمزہ اسکول میں بھی ترقی کرتا گیا۔گارڈ کی نوکری سے آفس ورک، آفس ورک سے اکاؤنٹس میں، اور اکاؤنٹس کی نوکری سے ماسٹر بن گیا۔آج حمزہ اسی طرح کا ایک اسکول چلا رہا ہے، جس میں بچوں کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی دلوائی جاتی ہے، اور ان کی تربیت بھی اچھے انداز میں کی جاتی ہے۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوقِ نسواں کا فریب: قسط43) مفتی طلحہ مدثر

عدالتی تفریق میں خواتین کے اختیارات (ساتواں حصہ)

معزز خواتین! پچھلی اقساط میں ہم گمشدہ شخص کی بیوی سے متعلق تفصیلی احکام ملاحظہ کر چکے ہیں، اسی طرح جو شخص گم نہ ہو، لیکن اپنی مرضی سے بیوی وغیرہ کو چھوڑ کر دوسرے علاقے میں جاچکا ہو، اور بغیر عذر کے واپس بھی نہ آرہا ہو، ایسے شخص کی بیوی کے لیے کیا اختیارات ہیں، ان پر بھی تفصیلی کلام ہو چکا ہے، آگے اسی سلسلے کے کچھ مزید مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

سزا یافتہ شخص کی بیوی کا حکم

اگر کوئی شخص نہ تو گم ہوا ہو، اور نہ ہی بیوی وغیرہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے علاقے میں گیا ہو، لیکن کسی بھی جرم کی پاداش میں اس کو قید کی سزا سنا دی گئی ہو، ایسی صورت میں اس کی بیوی کو تفریق کا اختیار حاصل ہوگا یا نہیں؟، قرآن و حدیث میں اس بارے میں کوئی صریح حکم دستیاب نہیں ہے، اور اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ اور خلفاء کے زمانے کا ماحول اور حالات ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دین سے رغبت اور دین پر چلنے کے ذوق وشوق کی وجہ سے ایسی نوبت نہیں آئی، کہ کسی مسلمان کو قید کی سزا دے کر دین کے احکام پر عمل کرنے پر آمادہ کیا جائے، اس دور میں تو ہر شخص کی کیفیت یہ تھی، کہ دوسروں سے بڑھ چڑھ کر اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا تھا، اگر کسی غیر مسلم وغیرہ کو قید کرنے کی نوبت آتی، تو ان کو مسجد وغیرہ میں ہی ستون سے باندھ دیا جاتا تھا، اس کے لیے علیحدہ سے کوئی جگہ مختص نہیں تھی، جیسے اس دور میں عدالت کے لیے، قانون سازی کے لیے، تعلیم حاصل کرنے کے لیے، مسائل پوچھنے کے لیے، الگ الگ عمارت کا انتظام نہیں تھا، بلکہ مسجد عبادت گاہ بھی تھی، سپریم کورٹ بھی تھی، پارلیمنٹ، سینٹ بھی تھی، مدرسہ، جامعہ سب کچھ مسجد ہی تھی، ویسے ہی مجرموں کے لیے بھی جیل وغیرہ نہیں تھے، بعد میں اگر چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مکہ میں بعض مکانات کو خرید کر جیل خانہ بنایا گیا، لیکن اس وقت تک جیل خانوں میں

صرف ملزم یا مقروض وغیرہ ہوتے تھے، باقاعدہ قید کی سزا نہیں ہوتی تھی، پھر رفتہ رفتہ بعد کے زمانے میں مسلمانوں میں دین سے بے رغبتی اور لاپروائی کا رجحان بڑھتا چلا گیا، خود مسلمانوں میں ہی دین کے احکام پر عمل کرنے کا وہ ذوق وشوق باقی نہیں رہا، جو خیر القرون میں عام نظر آتا تھا، جس کی وجہ سے باقاعدہ قید وبند کی سزا کی ضرورت محسوس کی گئی، ،اور جیل خانوں وغیرہ کی نوعیت، کیفیت اور تعداد میں بھی وسعت ہوتی گئی، چنانچہ یہی وجہ ہے، کہ ہمیں اس سلسلہ میں قرآن وحدیث یا خلفاء وغیرہ کے احکامات میں کوئی صریح حکم دستیاب نہیں ہے، صریح حکم نہ ہونے کی وجہ سے اس مسئلہ کے بارے میں علماء کرام کی رائے باہم مختلف ہے، اکثر فقہاء ایسی صورت میں سزا یافتہ شخص کی بیوی کو نکاح ختم کرنے کا اختیار نہیں دیتے، جبکہ بعض علماء ایسی صورت میں بیوی کو تفریق کا اختیار حاصل ہونے کے قائل ہیں۔

عام حالات میں اگر قید وبند معمولی نوعیت اور عرصہ کی ہو، تو اس کی وجہ سے بیوی کو ایسی شدید مشقت اور ضرر لاحق نہیں ہوتا، کہ اس کو تفریق کا اختیار دیا جائے ،اس صورت میں جمہور علماء کی رائے کے مطابق ہی عمل ہونا چاہیے، لیکن اگر زیادہ عرصہ کے لیے قید کی سزا دی جائے، جیسے ہمارے زمانے میں عمر قید یا بیس، تیس سال کی قید کی سزا سنائی جاتی ہے، ایسی صورت میں جمہور علماء کی رائے پر عمل کرنے کی وجہ سے بیوی کو سخت مشقت اور حرج لازم آئے گا، لہٰذا ایسی صورت میں بعض فقہاء کے نزدیک اگر چھ ماہ یا ایک سال سے زائد کی سزا سنا دی گئی ہو، اور اس عرصہ میں ایسے سزا یافتہ شخص کی بیوی کو اپنے بارے میں بدکاری کا خدشہ ہو، تو ایسی صورت میں اس عورت کو اختیار ہے، کہ قاضی یا عدالت کے سامنے حاضر ہو کر اپنی مجبوری بیان کرے اور اپنی کیفیت بیان کر کے تفریق کا مطالبہ کرے، اگر ایسی صورت میں قاضی یا عدالت تفریق کا حکم جاری کر دیتی ہے، تو یہ عورت اپنی عدت گزار کر کسی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے، اگرچہ فقہ حنفی کا اصل مسئلہ اس صورت میں یہی ہے، کہ ایسی صورت میں تفریق نہیں ہو سکتی، لیکن ضرورت کے پیشِ نظر متعدد حنفی علماء نے اپنے فتاویٰ میں اس مخصوص صورت میں دوسرے علماء کی رائے پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔

(جاری ہے............)

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّامِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ (مسلم، رقم الحدیث 1164"204")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے رمضان کے روزے رکھےاوراس کے بعد چھ(نفل) روزے شوال کے مہینے میں رکھ لئے،تو(پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا،اگر ہمیشہ ایسا ہی کرے گا تو) گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے(مسلم)

محدثین نے فرمایا ہے کہ رمضان کے فرض روزے رکھنے کے بعد شوال کے مہینے میں ان چھ نفلی روزوں کو وہی نسبت اور مقام حاصل ہے جو فرضوں کے ساتھ سنت و نفل نماز کو حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز فرض نماز کے اندر اگر کوئی چھوٹی موٹی کمی کوتاہی ہوگی تو وہ سنت و نفل نمازوں سے پوری کی جائے گی،لہٰذا جولوگ صرف رمضان کے روزے رکھ کر اس کے پورے فوائد اور برکات حاصل نہیں کر پاتے وہ فوائد شوال کے چھ روزے رکھ کر حاصل ہوجاتے ہیں۔

نیز شوال کے روزوں کی اتنی عظیم فضیلت اس مہینہ کے رمضان کے بابرکت مہینہ سے متصل اور ملا ہوا ہونے کی وجہ سے بھی ہے۔

www.idaraghufran.org

سات افراد کے لیے خصوصی انعام واکرام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات آدمیوں کواللہ تعالیٰ (قیامت کے دن خاص) اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے، جس دن کہ اللہ کے (عرش کے) سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، ایک انصاف کرنے والے امام (وحاکم) کو، دوسرے اس جوان کو جس نے اپنے رب کی عبادت میں پرورش پائی ہو، اور تیسرے اس آدمی کو جس کا دل مساجد کے ساتھ اٹکا ہوا (اور وابستہ) ہو، چوتھے وہ دونوں آدمی جو اللہ ہی کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہوں، اللہ ہی کی محبت کی بنیاد پر جمع ہوتے ہوں، اور اسی بنیاد پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہوں، اور پانچویں اس آدمی کو کہ جس کو کوئی منصب اور حسن والی عورت بلائے، پھر یہ جواب میں کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور چھٹے اس آدمی کو جو صدقہ کرے، اور اتنا خفیہ صدقہ کرے کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی یہ نہ جان سکے کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، اور ساتویں اس آدمی کو جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے، پھر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں (بخاری، حدیث نمبر 660)

یعنی مذکورہ سات اعمال اختیار کرنے والے افراد کو بروز قیامت خصوصی انعام واکرام سے نوازا جائے گا، اوران لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت وشفقت ہوگی۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر شرعی حقوق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: اَلۡمُسۡلِمُ أَخُو الۡمُسۡلِمِ، لَا يَخُوۡنُهٗ وَلَا يَكۡذِبُهٗ وَلَا يَخۡذُلُهٗ، كُلُّ الۡمُسۡلِمِ عَلَى الۡمُسۡلِمِ حَرَامٌ، عِرۡضُهٗ وَمَالُهٗ وَدَمُهٗ، اَلتَّقۡوٰى هَاهُنَا، بِحَسۡبِ امۡرِءٍ مِّنَ الشَّرِّ أَنۡ يَّحۡتَقِرَ أَخَاهُ الۡمُسۡلِمَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث 1927)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے، نہ تو وہ اس کے ساتھ خیانت کرے، اور نہ اس کے ساتھ جھوٹ بولے، اور نہ اس کی تحقیر (وتذلیل) کرے، ہر مسلمان کی دوسرے مسلمان پر عزت اور مال اور خون (یعنی قتل) حرام ہے، تقویٰ (یعنی اللہ کا خوف وڈر) یہاں (یعنی دل میں) ہوتا ہے، آدمی کے شر کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے (ترمذی)

مذکورہ حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کسی دوسرے مسلمان کی تحقیر وتذلیل یا اس کو حقارت کی نظر سے دیکھنا، حرام ہے، اور آپس میں اختلاف وانتشار اور خون ریزی کرنا بھی حرام وممنوع ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ سب مسلمانوں کو بھائی بھائی بن کر رہنا چاہئے، خواہ وہ کسی ملک، کسی صوبے، کسی شہر، کسی زبان، کسی نسل، کسی برادری، کسی قبیلہ، کسی خاندان، اور کسی بھی جماعت وپارٹی سے تعلق رکھتے ہوں۔

www.idaraghufran.org

والدین سے حسنِ سلوک اور صلہ رحمی، رزق وعمر میں برکت کا ذریعہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَأَ لَهُ فِيْ أَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ (بخاری، رقم الحدیث 5986)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہو، اور دنیا میں اس کے نشاناتِ قدم دیر تک رہیں (یعنی اس کی عمر لمبی ہو) تو وہ (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے (بخاری)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِيْ عُمُرِهٖ، وَأَنْ يُزَادَ لَهُ فِيْ رِزْقِهٖ، فَلْيَبَرَّ وَالِدَيْهِ، وَلْيَصِلْ رَحِمَهُ (مسند احمد،رقم الحدیث 13401)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر کو لمبا کیا جائے، اور اس کے رزق کو زیادہ کیا جائے، تو اس کو چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک اور (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے (مسند احمد)

یعنی والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی، ایسے اعمال ہیں کہ ان کی وجہ سے مال و دولت اور عمر میں برکت و اضافہ ہوتا ہے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

’’عمل بالحدیث‘‘ کا حکم (قسط4)

علامہ ابنِ نجیم اور علامہ ابنِ عابدین شامی کا ایک اور حوالہ

علامہ ابنِ نجیم (المتوفیٰ:970ھ)’’کنزُ الدقائق‘‘ کی شرح’’البحر الرائق‘‘میں فرماتے ہیں کہ:

واعلم أن ما ذكر فى القاضى ذكر فى المفتى فلا يفتى إلا المجتهد، وقد استقر رأى الأصوليين على أن المفتى هو المجتهد فأما غير المجتهد ممن يحفظ أقوال المجتهد فليس مفتيا، والواجب عليه إذا سئل أن يذكر قول المجتهد كأبى حنيفة على جهة الحكاية فعرف أن ما يكون فى زماننا من فتوى الموجودين ليس بفتوى بل هو نقل كلام المفتى ليأخذ به المستفتى.......

فلو كان حافظا للأقاويل المختلفة للمجتهدين ولا يعرف الحجة ولا قدرة له على الاجتهاد للترجيح لا يقطع بقول منها يفتى به بل يحكيها للمستفتى فيختار المستفتى ما يقع فى قلبه أنه الأصوب، ذكره فى بعض الجوامع.

وعندى لا يجب عليه حكاية كلها بل يكفيه أن يحكى قولا منها فإن المقلد له أن يقلد أى مجتهد شاء ، فإذا ذكر أحدها فقلده حصل المقصود نعم لا يقطع عليه فيقول جواب مسألتك كذا، بل يقول قال أبو حنيفة حكم هذا كذا نعم لو حكى الكل .

فالأخذ بما يقع فى قلبه أنه أصوب أولى، وإلا فالعامى لا عبرة بما يقع فى قلبه من صواب الحكم وخطئه.

وعلى هذا إذا استفتى فقيهين أعنى مجتهدين فاختلفا عليه الأولى بأن

يأخذ بما يميل إليه قلبه منهما، وعندى أنه لو أخذ بقول الذى لا يميل إليه قلبه جاز؛ لأن ذلك الميل وعدمه سواء، والواجب عليه تقليد مجتهد، وقد فعل أصاب ذلك المجتهد أو أخطأ.

وقالوا المنتقل من مذهب إلى مذهب باجتهاد وبرهان آثم يستوجب التعزير فبلا اجتهاد وبرهان أولى.

ولا بد أن يراد بهذا الاجتهاد معنى التحرى وتحكيم القلب؛ لأن العامى ليس له اجتهاد.

ثم حقيقة الانتقال إنما تتحقق فى حكم مسألة خاصة قلد فيه وعمل به. وإلا فقوله قلدت أبا حنيفة فيما أفتى به من المسائل والتزمت العمل به على الإجمال، وهو لا يعرف صورها ليس حقيقة التقليد بل هذا حقيقة تعليق التقليد، أو وعد به كأنه التزم أن يعمل بقول أبى حنيفة فيما يقع له من المسائل التى تتعين فى الوقائع.

فإن أرادوا هذا الالتزام فلا دليل على وجوب اتباع المجتهد المعين بالتزام نفسه ذلك قولا أو نية شرعا، بل دليل اقتضى العمل بقول المجتهد فيما احتاج إليه بقوله تعالى (فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون)

والسؤال إنما يتحقق عند طلب حكم الحادثة المعينة، وحينئذ إذا ثبت عنده قول المجتهد وجب عمله به.

والغالب أن مثل هذا إلزامات منهم لكف الناس عن تتبع الرخص، وإلا أخذ العامى فى كل مسألة بقول مجتهد قوله أخف عليه .

وأنا لا أدرى ما يمنع هذا من النقل أو العقل، وكون الإنسان يتبع ما هو أخف على نفسه من قول مجتهد سوغ له الاجتهاد وما علمت من الشرع ذمه عليه وكان -صلى الله عليه وسلم -يحب ما خفف عن أمته إلى هنا ما فى فتح القدير، ولم يبسط أصحابنا الكلام على المفتى والمستفتى فى المتون والشروح، وإنما ذكر أصحاب الفتاوى بعض مسائلهما(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٦، ص ٢٨٩، ٢٩٠، كتاب القضاء)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہیے کہ جو کچھ ''قاضی'' کے بارے میں ذکر کیا گیا، وہی حکم ''مفتی'' کے بارے میں ہے، پس مجتہد ہی فتویٰ دے سکتا ہے، اور اصولیین کی رائے اس بات پر قائم ہو چکی ہے کہ مفتی، دراصل ''مجتہد'' ہی ہوتا ہے، جہاں تک غیر مجتہد کا تعلق ہے، جو مجتہد کے اقوال کو محفوظ کرے، تو وہ ''مفتی'' نہیں، اور ایسے غیر مجتہد سے جب سوال کیا جائے، تو اس پر یہ واجب ہے کہ وہ مجتہد کا قول حکایت کے طور پر ذکر کر دے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول، پس یہ بات معلوم ہوگئی کہ موجودہ دور کے بہت سے ''فتاویٰ'' درحقیقت ''فتویٰ'' نہیں ہوتے، بلکہ وہ ''مفتی'' کے کلام کی نقل ہوتی ہے، تاکہ اس کو مستفتی (یعنی سوال کرنے والا) لے لے۔...... [1]

اور اگر اس کو مجتہدین کے مختلف اقوال یاد ہوں، اور اس کو دلیل کی پہچان نہ ہو، اور نہ ہی ترجیح کے لیے اجتہاد پر قدرت ہو، تو پھر ان میں سے کسی قول پر قطعیت کے ساتھ فتویٰ نہ دے، بلکہ مجتہدین (مثلاً امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل) کے اقوال مستفتی کے لیے نقل کر دے، پھر مستفتی ان (مجتہدین کے اقوال) میں سے اس قول کو اختیار کر لے، جس کا اصوَب (یعنی زیادہ صواب) ہونا اس کے دل میں واقع ہو، جوامع میں یہ بات مذکور ہے۔

لیکن میرے نزدیک اس (مجتہدین کے اقوال کو یاد کرنے اور دلیل کی معرفت نہ رکھنے والے) کے ذمہ تمام مجتہدین کے اقوال نقل کرنا واجب نہیں، بلکہ مجتہدین میں سے کسی ایک کا قول نقل کرنا بھی کافی ہے (خواہ وہ مجتہد امام ابوحنیفہ ہوں، یا امام شافعی، یا امام مالک، یا احمد بن حنبل) کیونکہ بلاشبہ مقلد کو جس مجتہد کی وہ چاہے، تقلید کرنا جائز ہے، پس جب یہ (مجتہدین کے مختلف اقوال کو یاد کرنے اور دلیل کو نہ پہنچاننے والا) مجتہدین

---

[1] اب مذکورہ عبارت کی روشنی میں غور کر لیا جائے کہ جو اہلِ علم حضرات اجتہاد کی نعمت سے کورے ہوتے ہیں، اور اجتہاد کی صلاحیت والے کو مفتی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور محض ناقلین کو ہی اصل مفتی سمجھتے ہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مجتہد ہی اصل مفتی ہوتا ہے، اور غیر مجتہد اصل مفتی نہیں ہوتا، بلکہ وہ محض ناقل ہوتا ہے۔

مگر ہم نے دیکھا کہ آج کے دور میں بہت سے اہلِ مدارس نے مفتی کے مقام و منصب کی بہت زیادہ بے توقیری کر دی ہے، ہر جاہل مولوی اپنے نام کے ساتھ مفتی لگائے بیٹھا نظر آتا ہے، جس کو اجتہاد سے کوئی تعلق و مناسبت ہی نہیں۔ اللہ رحم فرمائے۔ محمد رضوان

میں سے کوئی ایک قول ذکر کردے اور مستفتی اس قول کی تقلید کرلے، تو مقصود حاصل ہوجائے گا (یعنی جس طرح مذکورہ مفتی کو تمام مجتہد کے اقوال نقل کرنا جائز ہے، اسی طرح غیر متعین طریقہ پر کسی بھی مجتہد کا قول نقل کرنا بھی جائز ہے) لیکن قطعیت کے ساتھ یہ بات نہ کہے کہ تمہارے مسئلہ کا جواب اس طرح ہے، بلکہ یہ کہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ حکم بیان فرمایا ہے، اسی طریقہ سے اگر تمام مجتہدین کے اقوال نقل کرے، تو بھی یہی کہے(کہ مثلاً امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے یہ فرمایا ہے، اور کسی ایک کے قول کو شریعت کے حکم کے طور پر نقل نہ کرے)

پس مستفتی کو ان میں سے اس قول کو اختیار کرنا، جس کا اصــوَب (یعنی زیادہ صواب) ہونا اس کے دل میں واقع ہو، یہ بہتر ہے (ضروری نہیں) وگرنہ عامی کے دل میں جس حکم کا صواب اور خطاء ہونا واقع ہو، اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اور اسی وجہ سے اگر کسی نے دو فقہاء یعنی دو مجتہدین سے فتویٰ لیا، اور ان دونوں کا جواب مختلف ہوا، تو مستفتی کو بہتر یہ ہے کہ اس قول کو لے، جس کی طرف اس کا دل مائل ہو، اور میرے نزدیک اگر اس قول کو لے لیا، جس کی طرف اس کا دل مائل نہیں، تو بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے دل کا میلان اور عدمِ میلان برابر ہے، اس کے ذمہ تو غیر متعین کسی بھی مجتہد کی تقلید کرنا واجب ہے، جو وہ کرچکا ہے، خواہ یہ مجتہد مصیب ہو، یا مخطی ہو (اور امام ابوحنیفہ ہوں، یا کوئی دوسرا مجتہد ہو) [1]

اور فقہائے کرام نے فرمایا کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف اجتہاد اور دلیل کے ذریعہ سے منتقل ہونے والا گناہ گار ہے، جو تعزیر کا مستحق ہے، پس بغیر اجتہاد اور دلیل کے تعزیر کا بدرجۂ اولیٰ مستحق ہوگا۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ اس اجتہاد سے تحری اور دل کے حکم کے معنیٰ مراد لیے جائیں،

---

[1] اب وہ حضرات بھی غور فرمالیں، جو اپنے آپ کو مفتی سمجھتے اور کہلواتے ہیں، اور اختلافی واجتہادی مسائل میں ائمہ مذہب کے نام سے مسئلہ کو نقل کرنا اور اسی طرح ایک سے زیادہ مجتہدین کے اقوال و مذاہب کو نقل کرنا، معیوب خیال کرتے ہیں اور مستفتی کو اختیار دینا بہت بڑا جرم خیال کرتے ہیں۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

کیونکہ عامی کا اجتہاد نہیں ہوتا (ورنہ حقیقت میں مجتہد اپنے اجتہاد کا مکلّف ہے، اور اس کو اپنے اجتہاد کی پیروی کرنا، نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ واجب ہے)

پھر ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی حقیقت (جس کے گناہ گار اور تعزیر کے مستحق ہونے کا پہلے ذکر کیا گیا) خاص اس مسئلہ کے حکم میں ہی پائی جاتی ہے، جس میں یہ تقلید کر کے عمل کر چکا ہو (جس پر ابھی تک عمل نہیں کیا، آئندہ عمل کرنا چاہتا ہے، خواہ وہ نماز کا مسئلہ ہو، یا روزہ کا، یا کوئی اور، اس میں دوسرے مجتہد کی تقلید کر کے عمل کرنا جائز ہے) اور اس کا یہ کہنا کہ میں امام ابوحنیفہ کی ان مسائل میں تقلید کرتا ہوں، جن میں انہوں نے فتویٰ دیا ہے، اور میں نے اجمالاً ان کے فتوے پر عمل کو لازم کرلیا ہے، حالانکہ یہ شخص مسائل کی صورتوں کو بھی نہیں جانتا، تو یہ حقیقت میں تقلید نہیں ہے، بلکہ یہ حقیقت میں تقلید کو معلق کرنا ہے، یا اس کا وعدہ کرنا ہے، گویا کہ اس نے یہ التزام کرلیا ہے کہ جو مسائل متعین واقعات میں اس کو پیش آئیں گے، وہ ان میں امام ابوحنیفہ کے قول پر عمل کرے گا۔

پس اگر ان حضرات کی (متعین مذہب کے التزام سے) مراد یہی التزام ہے، تو متعین مجتہد کی اتباع واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں، جس سے قولاً، یا نیۃً مقلد اس کو شرعی طریقہ پر اپنے اوپر لازم کرلے، بلکہ دلیل اور جن مسائل میں ضرورت ہو، ان میں مجتہد کے قول کے اقتضائے عمل میں اللہ تعالیٰ کا (سورہ نحل میں) یہ فرمان ہے کہ ”تم اہلِ علم سے سوال کرو اگر تمہیں علم نہیں“ (اور یہ حکم کسی بھی مجتہد کے قول پر عمل کرنے سے پورا ہوجاتا ہے)

اور سوال اسی وقت ہوگا، جب کسی معین واقعہ میں حکم کی ضرورت پیش آئے، اور اس صورت میں جب اس کے نزدیک (کسی بھی) مجتہد کا قول ثابت ہوجائے گا، تو اس پر عمل واجب ہوجائے گا۔

اور غالباً ان حضرات کی طرف سے اس طرح کے لوازمات لوگوں کو رخصتوں کی تلاش

سے روکنے کے لیے ہیں، ورنہ ہر مسئلہ میں عامی کو کسی بھی مجتہد کا وہ قول لے لینا جائز ہے، جو اس پر زیادہ اخف (اور زیادہ آسان) ہو۔

اور میں نہیں سمجھتا کہ اس (اختیارِ اخف) کی کسی نقل، یا عقل سے ممانعت ہو، کیونکہ انسان اسی مجتہد کے قول کی اتباع کرنے والا ہوتا ہے، جو اس کے نفس پر زیادہ اخف ہو، جبکہ اس مجتہد میں اجتہاد کی صلاحیت ہو (اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، بلکہ امام ابو یوسف اور امام محمد، سب ہی میں اجتہاد کی صلاحیت مسلم ہے)

اور مجھے شریعت کی طرف سے اس (اختیارِ اخف) پر کوئی مذمت معلوم نہیں ہوتی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر خفیف چیز کو پسند فرمایا کرتے تھے، یہاں تک فتح القدیر کا کلام تھا۔

اور ہمارے اصحاب نے مفتی اور مستفتی پر متون اور شروح میں تفصیلی کلام نہیں فرمایا، البتہ اصحابِ فتاویٰ نے بعض مسائل کا ذکر کیا ہے (البحر الرائق)

مذکورہ عبارت سے جہاں مذہبِ معین کے التزام کے عدمِ وجوب کا راجح ہونا معلوم ہوا، اسی کے ساتھ ''اختیارِ اخف'' کا جواز بھی معلوم ہوا۔

اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ ان جیسے مسائل پر متون اور شروح میں تفصیلی کلام نہیں ملتا، اس لیے بہت سے اہلِ علم حضرات کی نظروں سے اس طرح کے مسائل اوجھل رہ گئے۔

اور مذکورہ کتاب ہی میں چند صفحات کے بعد علامہ ابنِ نجیم تحریر فرماتے ہیں کہ:

(فصل يجوز تقليد من شاء من المجتهدين) وإن دونت المذاهب كاليوم وله الانتقال من مذهبه لكن لا يتبع الرخص فإن تتبعها من المذاهب فهل يفسق وجهان اهـ.

قال الشارح أوجههما لا (البحر الرائق، ج٦ ص ٢٩٢، كتاب القضاء، فصل يجوز تقليد من شاء من المجتهدين)

ترجمہ: فصل: مجتہدین میں سے جس کی چاہے، تقلید کرنا جائز ہے، اگرچہ مذاہب مدون ہو چکے ہوں، جیسا کہ موجودہ زمانے میں، اور اس کو ایک مذہب سے دوسرے

مذہب کی طرف منتقل ہونا بھی جائز ہے، لیکن تتبعِ رخص نہیں کرنی چاہیے، پھر اگر مختلف مذاہب میں سے تتبعِ رخص کرے، تو کیا وہ فاسق ہو جائے گا، اس میں دونوں قول ہیں، شارح نے فرمایا کہ راجح یہ ہے کہ فاسق نہیں ہوگا (البحرالرائق)

مذکورہ عبارت سے بھی موجودہ زمانے میں مذہبِ معین کی پابندی واجب نہ ہونے کا راجح ہونا اور اسی کے ساتھ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کا جائز ہونا معلوم ہوا، خواہ ایک مسئلہ میں ہو، یا چند مسائل میں، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ مختلف مذاہب میں سے ''تتبعِ رخص'' کرنے والے کا فاسق نہ ہونا راجح ہے، جس پر مزید کلام آگے آتا ہے۔

''البحر الرائق'' کی مذکورہ بالا تفصیلی عبارت کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابنِ عابدین شامی (المتوفیٰ:1252ھ) ''منحةُ الخالق'' میں فرماتے ہیں:

(قوله ثم حقيقة الانتقال إنما يتحقق إلخ) قال الرملي قال في تصحيح القدوري وقال الأصوليون أجمع :لا يصح الرجوع عن التقليد بعد العمل بالاتفاق، وهو المختار في المذهب وقال الإمام أبو الحسن الخطيب في كتاب الفتاوى والمفتي على مذهب إذا أفتى بكون الشيء كذا على مذهب إمام ليس له أن يقلد غيره ويفتي بخلافه؛ لأنه محض تشه، وقال أيضا إنه بالتزامه مذهب إمام يكلف به ما لم يظهر له غيره، والمقلد لا يظهر له اهـ.

قلت :وفي التحرير لابن الهمام مسألة لا يرجع فيما قلد فيه أي عمل به اتفاقا، وهل يقلد غيره في غيره المختار نعم للقطع بأنهم كانوا يستفتون مرة واحدا ومرة غيره غير ملتزمين مفتيا واحدا.

فلو التزم مذهبا معينا كأبي حنيفة والشافعي فهل يلزمه الاستمرار عليه فقيل نعم، وقيل لا وقيل كمن لم يلتزم إن عمل بحكم تقليدا لا يرجع عنه وفي غيره له تقليد غيره، وهو الغالب على الظن لعدم ما يوجبه شرعا.

ويتخرج منه جواز اتباعه للرخص ولا يمنع منه مانع شرعي إذ للإنسان

www.idaraghufran.org

أن يسلك الأخف عليه إذا كان له إليه سبيل بأن لم يكن عمل بآخر فيه اهـ.

وللشيخ حسن الشرنبلالي رسالة سماها العقد الفريد في جواز التقليد وذكر فيها ما حاصله أن دعوى الاتفاق على عدم الرجوع فيما قلد فيه ذكرها الآمدي وابن الحاجب، وتبعهما في جمع الجوامع وغيره.

وذكر العلامة ابن أبي شريف أن في كلام غيرهما ما يشعر بإثبات الخلاف بعد العمل فله التقليد بعده بقول غيره، وذكر مثله عن الزركشي العلامة ابن أمير الحاج والسيد بادشاه في شرحهما على التحرير أي فيجوز اتباع القائل بالجواز، وأيضا القول بالمنع ليس على إطلاقه؛ لأنه محمول على ما إذا بقي من آثار الفعل السابق أثر يؤدي إلى تلفيق العمل بشيء مركب من مذهبين كتقليد الشافعي في مسح بعض الرأس والإمام مالك في طهارة الكلب في صلاة واحدة كذا ذكر العلامتان ابن حجر والرملي في شرحهما على المنهاج، وفي كلام ابن الهمام ما يفيد ذلك في غير هذا المحل .

أو المراد بمنع المرجوع فيما قلد فيه اتفاقا الرجوع في خصوص العين لا خصوص الجنس، وذلك بنقض ما فعله مقلدا في فعله إماما؛ لأنه لا يملك إبطاله بإمضائه كما لو قضى به فلو صلى ظهرا بمسح ربع الرأس ليس له إبطالها باعتقاده لزوم مسح الكل، وأما لو صلى يوما على مذهب، وأراد أن يصلي يوما آخر على غيره فلا يمنع منه اهـ. وقد بسط الكلام فيها فراجعه .

وما ذكره المحقق من جواز تتبع الرخص رده ابن حجر وزعم أنه مخالف للإجماع وانتصر له العلامة خير الدين في حاشيته هنا بكلام طويل، ومنع دعوى الإجماع فراجعه ويؤيد منعه ما في شرح ابن أمير حاج بعد نقله الإجماع عن ابن عبد البر حيث قال إن صح احتاج إلى جواب.

ويمكن أن يقال لا نسلم صحة دعوى الإجماع إذ في تفسيق المتتبع

للرخص عن أحمد روايتان وحمل القاضى أبو يعلى الرواية المفسقة على غير متأول ولا مقلد، وذكر بعض الحنابلة إن قوى دليل أو كان عاميا لا يفسق وفى روضة النووى وأصلها عن حكاية الحناطى وغيره عن أبى هريرة أنه لا يفسق به ثم لعله محمول على نحو ما يجتمع له من ذلك ما لم يقل بمجموعه مجتهد كما أشار إليه المصنف اهـ.

وسيذكر المؤلف عن الشارح أن فى فسقه وجهين أوجههما عدمه، والله سبحانه أعلم(منحة الخالق على البحر الرائق، ج٦،ص ٢٩٠،كتاب القضاء)

ترجمہ: (صاحبُ البحر الرائق کا یہ قول کہ''ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی حقیقت صرف اس صورت میں متحقق ہوتی ہے''الخ) رملی نے فرمایا کہ''تصحیحُ القدوری''میں ہے کہ تمام اصولیین نے بھی یہ بات فرمائی ہے کہ عمل کرنے کے بعد تقلید سے رجوع کرنا بالاتفاق صحیح نہیں (اور جب رجوع نہ پایا جائے، تو جائز ہے، مثلاً جب امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کی تقلید میں خون نکلنے سے وضو نہ ٹوٹنے کے مسئلہ پر عمل کرکے نماز پڑھ چکا ہے، تو اب اس طرح کی گزشتہ نماز، آئندہ امام ابوحنیفہ کی تقلید کی وجہ سے نادرست قرار نہیں دی جاسکتی)

اور مذہب میں مختار بھی یہی ہے، اور امام ابوالحسن خطیب نے''کتابُ الفتاویٰ''میں فرمایا کہ کسی مذہب پر فتویٰ دینے والا مفتی جب امام کے مذہب پر کسی چیز کے بارے میں فتویٰ دے دے، تو اس (صورتِ خاص میں اس) کو دوسرے کی تقلید کرنا اور اس کے خلاف فتویٰ دینا جائز نہیں، کیونکہ یہ صرف خواہش پرستی ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ ایک امام کے مذہب کا التزام کرنے کے بعد اس کو اسی کا مکلّف کیا جائے گا، جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل ظاہر نہ ہو، اور مقلد کو عموماً دلیل سے ظاہر نہیں ہوا کرتا (بلکہ مجتہد کو ہی ظاہر ہوا کرتا ہے، لہٰذا مجتہد کو تو دلیل کی پیروی کرنی چاہیے، اور غیر مجتہد کو مجتہد کی پیروی کرنی چاہیے، خواہ وہ مجتہد کوئی بھی ہو)

میں کہتا ہوں کہ ابنِ ہمام کی''التحریر''میں ہے کہ جس مسئلہ میں تقلید کرچکا ہے، یعنی

اس پر عمل کر چکا ہے، اس سے بالاتفاق رجوع نہیں کرے گا (اور رجوع، گزشتہ عمل کیے گئے مسئلہ میں ہی ہوتا ہے، کما مرّ) اور کیا اس مسئلہ کے علاوہ دوسرے مسئلہ میں کسی اور کی تقلید کرنا جائز ہوگا؟ مختار قول یہ ہے کہ جائز ہوگا، کیونکہ یہ بات یقینی طور پر ثابت ہے کہ سلف ایک مرتبہ ایک سے فتویٰ طلب کیا کرتے تھے، اور دوسری مرتبہ دوسرے سے فتویٰ طلب کیا کرتے تھے، وہ ایک ہی مفتی کا التزام نہیں کیا کرتے تھے۔

پھر اگر اس نے کسی معین مذہب کا التزام کرلیا، جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا، تو کیا اس کو اس پر جاری وقائم رہنا لازم ہوگا؟ ایک قول یہ ہے کہ لازم ہوگا، اور دوسرا قول یہ ہے کہ لازم نہیں ہوگا، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ شخص اسی کی طرح ہوگا، جس نے التزام نہیں کیا، اگر کسی حکم پر تقلید کر کے عمل کرلیا، تو اس سے رجوع نہیں کرے گا، اور جس پر عمل نہیں کیا، اس میں دوسرے کی تقلید کرنا جائز ہوگا، اور غالب گمان کے مطابق یہی قول راجح ہے، کیونکہ اس مذہب کے التزام کو واجب کرنے والی کوئی شرعی دلیل نہیں پائی جاتی (مطلب یہ ہے کہ جس مسئلہ پر عمل پیرا ہو چکا ہے، اس سے رجوع نہیں کرسکتا، اور آئندہ جس مسئلہ پر عمل کرنا چاہتا ہے، اس میں اس کے لیے سابق یا کسی دوسرے مجتہد ومذہب کی پابندی نہیں)

اور اس سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ رخصتوں کا اتباع کرنا جائز ہے، جس سے کوئی شرعی مانع نہیں پایا جاتا، کیونکہ انسان کے لیے سہل ترین راستہ اختیار کرنا جائز ہے، جبکہ اس کو وہ مسلک (راستہ) میسر ہو، بایں طور کہ اس نے تا حال دوسرے مسلک (راستہ) پر عمل نہ کیا ہو۔

اور شیخ حسن شرنبلالی کے رسالہ میں، جس کا نام ''**العقد الفرید فی جواز التقلید**'' ہے، اس میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز میں تقلید کر چکا ہے، اس میں رجوع نہ کرنے پر اتفاق کے دعویٰ کا ذکر آمدی اور ابنِ حاجب نے کیا ہے، اور **جمع الجوامع** وغیرہ میں بھی انہی دو حضرات کی پیروی کی گئی ہے۔

اور علامہ ابنِ ابی شریف نے یہ بات ذکر کی ہے کہ آمدی اور ابنِ حاجب کے علاوہ دیگر

www.idaraghufran.org

حضرات کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عمل کرنے کے بعد (دوسرے کی تقلید کرنے نہ کرنے کے متعلق) اختلاف ثابت ہے، پس اس کو عمل کرنے کے بعد دوسرے کے قول کی تقلید کرلینا جائز ہے، اوراسی کے مثل زرکشی سے علامہ ابنِ امیر حاج نے اورسید بادشاہ نے ''التحریر'' کی شروحات میں ذکر کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جوحضرات (انتقال کے) جواز کے قائل ہیں، ان کے نزدیک دوسرے کی اتباع وتقلید جائز ہے، اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ ممانعت کا قول علی الاطلاق نہیں ہے(لہٰذا اس رجوع کی ممانعت کو مطلق نہیں سمجھنا چاہیے) کیونکہ وہ (یعنی انتقال ورجوع کی ممانعت کا قول)اس صورت پر محمول ہے، جبکہ پہلے فعل کے کچھ آثار ایسے باقی ہوں، جواس عمل کی ایسی تلفیق تک پہنچادیں، جس سے دو مذہبوں سے مرکب کوئی چیز وجود میں آجائے، جیسا کہ امام شافعی کی تقلید سر کے مسح میں کرنا، اورامام مالک کی تقلید کتے (کے جوٹھے) کی طہارت میں ایک ہی نماز کے اندر، اسی طرح کی دو علامتیں ابنِ حجراوررملی کی ''المنہاج'' کی شروحات میں مذکور ہیں، اورابنِ ہمام کے کلام سے بھی اس مقام کے علاوہ دوسرے مقام سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

یا پھر جس مسئلہ میں وہ تقلید کرچکا ہے، اس سے رجوع کی ممانعت سے مراد ''خصوصِ عین'' میں رجوع کرنا مراد ہے ''خصوصِ جنس'' میں رجوع کرنا مرادنہیں ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اس فعل کو توڑنا پایا جاتا ہے، جس کو وہ کسی امام کی تقلید کرکے ادا کرچکا ہے، کیونکہ وہ اس پر عمل کرچکنے کے بعد اس کو باطل کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، جیسا کہ اگر اس کے مطابق فیصلہ کردیتا، پس اگر ظہر کی نماز چوتھائی سر کا مسح کرکے پڑھ چکا ہے، تو اس کو پورے سر کے مسح کے لازم ہونے کا اعتقاد کرکے باطل کرنا جائز نہیں، لیکن اگر ایک دن ایک مذہب کے مطابق (مثلاً چوتھائی سر کا مسح کرکے) نماز پڑھی، پھر کسی دن دوسرے مذہب کے مطابق (مثلاً امام شافعی کے نزدیک چند بالوں کا مسح کرکے) نماز پڑھنے کا ارادہ کیا، تو اس کی ممانعت نہیں۔

اوراس مسئلہ پرعلامہ شرنبلالی نے اپنے رسالہ''العقدُ الفرید ''میں تفصیلی کلام کیا ہے، جس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ [1]

اورمحقق ابنِ ہمام نے جوتتبعِ رُخص کا جواز ذکرکیا ہے،اس کا ابنِ حجر(مکی) نے رَد کیا ہے،اورابنِ حجرنے یہ گمان کیا ہے کہ یہ اجماع کے مخالف ہے۔

اور علامہ خیرالدین نے اپنے حاشیہ میں اس قول کی لمبا کلام کرکے تائید کی ہے، اور اجماع کے دعویٰ کا انکارکیا ہے، جس کی طرف رجوع کرنا چاہیے،اوراجماع کے دعویٰ کے انکار کی تائیدابنِ امیر حاج کی شرح سے بھی ہوتی ہے،جس میں انہوں نے ابنِ عبدالبر سے اجماع نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر یہ نقل صحیح ہو،تو اس کی دلیل کی ضرورت ہے۔

اور یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ ہم اجماع کے دعویٰ کی صحت کو ہی تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ تتبعِ رخص کرنے والے کےفسق میں امام احمد سے دوروایتیں ہیں،اورقاضی ابویعلیٰ نے فسق کی روایت کواس شخص پرمحمول کیا ہے، جونہ تو تاویل کرتا ہو،اورنہ ہی اس نے تتبعِ رخص تقلید کرکے کیا ہو(بلکہ دنیاوی باطل غرض کی بنیاد پرکیا ہو)اوربعض حنابلہ نے یہ بات ذکرکی ہے کہ اگردوسرےقول کی دلیل قوی ہو،یا وہ عامی شخص ہو،تو پھرتتبعِ رخص سے فاسق نہیں ہوگا،اورامام نووی کی''الــــروضة''میں ہے کہ اس کی اصل حناطی وغیرہ کی اس روایت سے ثابت ہے،جوابوہریرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ فاسق نہیں ہوگا، پھر غالباًفسق کا قول اس صورت پرمحمول ہے، جبکہ اس سے ایسا مجموعہ وجود میں آجائے،جس کا کوئی بھی مجتہد قائل نہیں،جس کی طرف مصنف نے اشارہ کیا۔

اورعنقریب مؤلف،شارح سے یہ بات ذکرکریں گے کہ تتبعِ رخص کرنے والے کےفسق میں دوقول ہیں،جن میں راجح فاسق نہ ہونا ہے،واللّٰہ سبحانہٗ اعلم (منحۃ الخالق)

پھرکچھ آگے چل کرعلامہ ابنِ عابدین شامی نےکسی امام کے مذہب کاالتزام کرلینے کے بعد،

[1] اس سے معلوم ہوا کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کا جس طرح سے مطلق عدمِ جواز مرادلیا جاتا ہے،یہ صحیح نہیں،اورایک وقت میں ایک مذہب کے مطابق،اوردوسرے وقت میں دوسرے مذہب کے مطابق عمل ناجائزنہیں۔محمدرضوان۔

دوسرے امام کی کسی ایسے مسئلے میں تقلید کرنے کے جائز ہونے کو، جس پر وہ آئندہ عمل کرنا چاہتا ہے، مختار قول قرار دیا ہے۔ [1]

ایک مجتہد کے قول سے رجوع کی جو تفصیل علامہ ابنِ عابدین شامی نے پیچھے ''منحةُ الخالق'' کی عبارت میں ذکر کی، وہی تفصیل انہوں نے ''ردالمحتار'' میں بھی ذکر کی ہے، جس کے ضمن میں انہوں نے فرمایا کہ:

> ہم نے جو تفصیل ذکر کی، اس کا حاصل یہ نکلا کہ انسان پر مذہبِ معین کا التزام واجب نہیں۔ [2]

---

[1] فقوله فيحكى ما يحفظ إلخ بإطلاقه يفيد عدم وجوب التزام حكاية مذهب الإمام نعم ما ذكره المؤلف يظهر بناء على القول بأن من التزم مذهب الإمام لا يحل له تقليد غيره في غير ما عمل به، وقد علمت ما قدمناه عن التحرير أنه خلاف المختار، وأنت ترى أصحاب المتون المعتمدة قد يمشون على غير مذهب الإمام(منحة الخالق على البحر الرائق، ج٦ ص ٢٩٢، كتاب القضاء، فصل يجوز تقليد من شاء من المجتهدين)

[2] وأن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقا، وهو المختار في المذهب(الدر المختار) مطلب في حكم التقليد والرجوع عنه.

(قوله :وأن الرجوع إلخ) صرح بذلك المحقق ابن الهمام في تحريره، ومثله في أصول الآمدي وابن الحاجب وجمع الجوامع، وهو محمول كما قال ابن حجر والرملي في شرحيهما على المنهاج وابن قاسم في حاشيته على ما إذا بقي من آثار الفعل السابق أثر يؤدي إلى تلفيق العمل بشيء لا يقول به من المذهبين، كتقليد الشافعي في مسح بعض الرأس، ومالك في طهارة الكلب في صلاة واحدة، وكما لو أفتى ببينونة زوجته بطلاقها مكرها ثم نكح أختها مقلدا للحنفي بطلاق المكره ثم أفتاه شافعي بعدم الحنث فيمتنع عليه أن يطأ الأولى مقلدا للشافعي والثانية مقلدا للحنفي.

أو هو محمول على منع التقليد في تلك الحادثة بعينها لا مثلها كما صرح به الإمام السبكي وتبعه عليه جماعة، وذلك كما لو صلى ظهرا بمسح ربع الرأس مقلدا للحنفي فليس له إبطالها باعتقاد لزوم مسح الكل مقلدا للمالكي .وأما لو صلى يوما على مذهب وأراد أن يصلي يوما آخر على غيره فلا يمنع منه.

على أن في دعوى الاتفاق نظرا، فقد حكي الخلاف، فيجوز اتباع القائل بالجواز كذا أفاده العلامة الشرنبلالي في العقد الفريد، ثم قال بعد ذكر فروع من أهل المذهب صريحة بالجواز وكلام طويل : فتحصل مما ذكرناه أنه ليس على الإنسان التزام مذهب معين، وأنه يجوز له العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه مقلدا فيه غير إمامه مستجمعا شروطه ويعمل بأمرين متضادين في حادثتين لا تعلق لواحدة منهما بالأخرى، وليس له إبطال عين ما فعله بتقليد إمام آخر؛ لأن إمضاء الفعل كإمضاء القاضي لا ينقض .وقال أيضا :إن له التقليد بعد العمل كما إذا صلى ظانا صحتها على مذهبه ثم تبين بطلانها في مذهبه وصحتها على مذهب غيره فله تقليده، ويجتزي بتلك الصلاة على ما قال في البزازية :إنه روي عن أبي يوسف أنه صلى الجمعة مغتسلا من الحمام ثم أخبر بفأرة ميتة في بئر الحمام فقال نأخذ بقول إخواننا من أهل المدينة إذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا (رد المحتار على الدر المختار، ج١، ص٧٥، مقدمة)

www.idaraghufran.org

تاہم علامہ شامی نے ''منحۃُ الخالق'' میں جو یہ فرمایا کہ:

''محقق ابنِ ہمام نے جو تتبعِ رخص کا جواز ذکر کیا ہے، اس کا ابنِ حجر نے رَد کیا ہے، اور ابنِ حجر نے یہ گمان کیا ہے کہ یہ اجماع کے مخالف ہے''۔

تو ہمیں ابنِ حجر (المتوفی:974ھ) کے کلام میں اس کا ثبوت نہ ملا، بلکہ ان سے اس کی تردید ملی۔

چنانچہ علامہ ابنِ حجر نے ''الفتاوىٰ الفقهية الكبرىٰ'' میں ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''تدوینِ مذاہب کے بعد کسی مذہب کا التزام واجب ہونے، اور ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کے متعلق مختلف اقوال ہیں، راجح قول کے مطابق (منتقل ہونا) جائز ہے۔

اور تتبعِ رخص نہ کرنے کے شرط ہونے میں اختلاف ہے، معتمد قول کے مطابق یہ شرط نہیں، حنفیہ میں سے محقق کمال ابنِ ہمام نے بھی اس قول کو ہی اختیار کیا ہے۔

اور تتبعِ رخص نہ کرنے کے شرط ہونے کے قول کے مطابق، کیا وہ تتبعِ رخص کی وجہ سے فاسق ہو جائے گا، اس میں دو قول ہیں، راجح یہ ہے کہ وہ فاسق نہیں ہوگا، امام نووی کے کلام کا تقاضا یہی ہے۔

اور بعض حضرات نے جو ابنِ حزم کی طرف سے فسق پر اجماع کو نقل کیا ہے، تو وہ اس صورت پر محمول ہے، جبکہ تقلید کے بغیر تتبعِ رخص کرے، ورنہ تو ابنِ عبدالسلام نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، اور فرمایا کہ اس کا انکار جہل ہے۔

اور کیا اس موقع پر ''رخص'' سے مراد سہل امور ہیں، یا وہ امور مراد ہیں، جن پر اصولیین کے نزدیک رخصت کا قاعدہ منطبق ہوتا ہے؟ تو یہ بات محلِ نظر ہے، اور میں نے کسی کو اس بات پر تنبیہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا''۔انتھیٰ۔ [1]

---

[1] (وسئل) - رحمه الله تعالى -هل يجب بعد تدوين المذاهب التزام أحدها وهل له الانتقال عما التزمه؟ (فأجاب) بقوله الذى نقله فى زيادات الروضة عن الأصحاب وجوب ذلك وأنه لا يفعله بمجرد التشهى ولا بما وجد عليه أباه بل يختار ما يعتقده أرجح أو مساويا إن اعتقد شيئا من ذلك.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورامام نووی نے روضۃ الطالبین میں ابواسحاق کے حوالہ سے حناطی وغیرہ کی جوروایت ذکر کی ہے، اس کی ایک روایت میں ''تتبعِ رخص'' کے متعلق عدمِ فسق کا ذکر پایا جاتا ہے۔ [1]

نیز شافعیہ کی فقہی کتاب ''اسنی المطالب'' اوراس کی شرح میں بھی ''تتبعِ رخص'' کرنے والے کے فاسق نہ ہونے کے قول کوراجح قرار دیا گیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإلا فهو لا يجب عليه البحث عن أقوم المذاهب كما لا يجب عليه البحث عن الأعلم.

ثم قال والذى يقتضيه الدليل أنه لا يلزمه التمذهب بمذهب بل يستفتى من شاء أو من اتفق لكن من غير تلقط الرخص فلعل من منعه لم يثق بعدم تلقطه .اهـ.

وظاهره جواز الانتقال وإن اعتقد الثانى مرجوحا وجواز تقليد إمام فى مسألة وآخر فى أخرى وهكذا من غير التزام مذهب معين أفتى به العز بن عبد السلام والشرف البارزى وفى الخادم عن ابن أبى الدم فى باب القدوة ما يؤيده وإن كان مردودا من جهة أخرى كما يعرف بتأمله .

وعبارة الغزالى فى فتاويه لا يجوز لأحد أن ينتحل مذهب إمام رأسا إلا إذا غلب على ظنه أنه أولى الأئمة بالصواب. ويحصل له غلبة الظن،إما بالتسامع من الأفواه أو بكون أكثر الخلق تابعين لذلك الإمام .فصار قول العامى أنا شافعى أنا حنفى لا معنى له لأنه لا يتبع إماما عن غلبة الظن بل يجب أن يقلد فى كل حادثة من حضر عنده من العلماء فى تلك الساعة ثم اشتراط عدم تتبع الرخص هو المعتمد وتبعه المحقق الكمال بن الهمام من الحنفية .

وعلى الأول فهل يفسق بالتتبع وجهان أوجههما أنه لا يفسق كما يقتضيه كلام النووى فى فتاويه وقول بعضهم إن ابن حزم حكى الإجماع على الفسق محمول على متتبعها من غير تقليد وإلا فقد أفتى ابن عبد السلام بجوازه وقال :إن إنكاره جهل .

وهل المراد بالرخص هنا الأمور السهلة أو التى ينطبق عليها ضابط الرخصة عند الأصوليين محل نظر ولم أر من نبه عليه ومقتضى تعبير أصل الروضة بالأهون عليه الأول وليس ببعيد.

(الفتاوى الفقهية الكبرى، ج۴،ص ۳۰۵،و ۳۰۶،باب القضاء)

[1] وحكى الحناطي وغيره عن أبي إسحاق فيما إذا اختار من كل مذهب ما هو أهون عليه أن يفسق به، وعن ابن أبي هريرة أنه لا يفسق(روضة الطالبين وعمدة المفتين للنووى، ج ١ ص ١٠٨ ، كتاب القضاء)

[2] (فرع يجوز) لغير المجتهد (تقليد من شاء من المجتهدين إن دونت المذاهب كاليوم) فله أن يقلد كلا فى مسائل؛ لأن الصحابة كانوا يسألون تارة من هذا وتارة من هذا من غير نكير (وله الانتقال من مذهبه) إلى مذهب آخر سواء قلنا يلزمه الاجتهاد فى طلب الأعلم أم خيرناه كما يجوز له أن يقلد فى القبلة هذا أياما، وهذا أياما (لكن لا يتبع الرخص) لما فى تتبعها من انحلال ربقة التكليف (فإن تتبعها من المذاهب المدونة فهل يفسق) أو لا (وجهان) أوجههما لا بخلاف تتبعهما من المذاهب غير المدونة فإن كان فى العصر الأول فلا يفسق قطعا وإلا فيظهر أنه يفسق قطعا(اسنى المطالب فى شرح روضة الطالب، ج۴ص ۲۸۶، كتاب القضاء، الباب الاول، الطرف الاول فى التولية، فصل فى بيان المستفتى وآداب المفتى)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ ابنِ عبدالبر، ابنِ حزم، امام احمد، اور علامہ ابنِ ہمام کے قول پر کلام آگے آتا ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی کا تیسرا حوالہ

علامہ ابنِ عابدین شامی ''رد المحتار'' میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

ثم اعلم أنه ذكر في التحرير وشرحه أيضا أنه يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضل .وبه قال الحنفية والمالكية وأكثر الحنابلة والشافعية .وفي رواية عن أحمد وطائفة كثيرة من الفقهاء لا يجوز .ثم ذكر أنه لو التزم مذهبا معينا .كأبي حنيفة والشافعي، فقيل يلزمه، وقيل لا وهو الأصح اهـ وقد شاع أن العامي لا مذهب له.

إذا علمت ذلك ظهر لك أن ما ذكر عن النسفي من وجوب اعتقاد أن مذهبه صواب يحتمل الخطأ مبني على أنه لا يجوز تقليد المفضول وأنه يلزمه التزام مذهبه وأن ذلك لا يتأتى في العامي.

وقد رأيت في آخر فتاوى ابن حجر الفقهية التصريح ببعض ذلك فإنه سئل عن عبارة النسفي المذكورة، ثم حرر أن قول أئمة الشافعية كذلك، ثم قال إن ذلك مبني على الضعيف من أنه يجب تقليد الأعلم دون غيره.

والأصح أنه يتخير في تقليد أي شاء ولو مفضولا وإن اعتقده كذلك، وحينئذ فلا يمكن أن يقطع أو يظن أنه على الصواب، بل على المقلد أن يعتقد أن ما ذهب إليه إمامه يحتمل أنه الحق .قال ابن حجر :ثم رأيت المحقق ابن الهمام صرح بما يؤيده حيث قال في شرح الهداية : إن أخذ العامي بما يقع في قلبه أنه أصوب أولى، وعلى هذا استفتى

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

يجوز لغير المجتهد تقليد من شاء من المجتهدين إن دونت المذاهب:(قوله فهل يفسق) وجهان أصحهما لا يفسق إن غلبت طاعاته معاصيه(حاشية الرملي على اسنى المطالب في شرح روضة الطالب، ج۴ص ۲۸۶، كتاب القضاء، الباب الاول، الطرف الاول في التولية، فصل في بيان المستفتي وآداب المفتي)

www.idaraghufran.org

مـجتهـدين فـاختـلـفـا عـليه الأولى أن يأخذ بما يميل إليه قلبه منهما . وعـنـدى أنـه لـو أخـذ بـقـول الـذى لا يميل إليه جاز؛ لأن ميله وعدمه سـواء، والـواجـب عـلـيـه تـقـليد مجتهد وقد فعل (رد المحتار على الدر المختار، ج ۱، ص ۴۸، مقدمة، مطلب يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضل)

ترجمہ: پھر یہ بات جان لینی چاہیے کہ (علامہ ابنِ ہمام کی) ''التحریر'' اوراس کی شرح میں یہ بات مذکور ہے کہ افضل کی موجودگی کے باوجود مفضول (یعنی غیر افضل) کی تقلید جائز ہے، یہی قول حنفیہ اور مالکیہ اور اکثر حنابلہ اور شافعیہ کا ہے، اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق اور فقہاء کی ایک کثیر جماعت کے نزدیک (افضل مجتہد کی موجودگی میں اس سے کم درجہ والے مجتہد کی تقلید) جائز نہیں (مگر یہ قول جمہور اور حنفیہ کے نزدیک راجح نہیں) پھر ''التحریر'' میں یہ بات مذکور ہے کہ اگر کسی نے مذہبِ معین کا التزام کرلیا، جیسے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا، تو ایک قول یہ ہے کہ اس پر وہ لازم ہوجائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ لازم نہیں ہوگا، اور یہی (لازم نہ ہونے والا) قول اصح ہے، اھــــ، چنانچہ یہ بات مشہور ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا (اور غیر عامی کا مذہب اس کے اجتہاد کا تقاضا ہوتا ہے)

جب آپ نے یہ جان لیا، تو آپ کے سامنے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ نسفی کے حوالہ سے جو یہ بات ذکر کی گئی کہ یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اُس کا (یعنی میرا) مذہب صواب ہے، خطاء کا احتمال رکھتا ہے، یہ اس قول پر مبنی ہے کہ جس کی رو سے مفضول کی تقلید جائز نہیں، اور مذہبِ معین کا التزام لازم ہے (اور یہ قول اصح کے خلاف ہے، جیسا کہ گزرا) اور یہ عقیدہ عامی شخص پر صادق نہیں آتا (کیونکہ اس کو دلائل سے اپنے مذہب کے صواب اور دوسرے کے خطاء ہونے کا علم نہیں ہوتا) [1]

اور میں نے ابنِ حجر کے فتاویٰ فقہیہ کے آخر میں ان میں سے بعض چیزوں کی تصریح

[1] مگر آج یہ قول مشہور ہوگیا ہے کہ عامی شخص کو بھی اپنے مزہب کے صواب ہونے کا اعتقاد رکھنا واجب ہے، حالانکہ معلوم ہو چکا کہ یہ اصح قول کے خلاف ہے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

دیکھی ہے، چنانچہ ان سے نسفی کی مذکورہ عبارت کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے یہ تحریر کیا کہ ائمۂ شافعیہ کا قول اسی طرح سے ہے، پھر فرمایا کہ یہ ضعیف قول پر مبنی ہے، جس کی رُو سے **اعلم** (یعنی زیادہ علم والے) کی تقلید واجب ہے، نہ کہ اس کے غیر کی۔

لیکن اصح قول یہ ہے کہ عامی کو، جس کی وہ چاہے تقلید کرنے کا اختیار ہے، اگر چہ وہ مفضول (یعنی غیر افضل) ہو، اور اگر چہ اس کے بارے میں اس کا اعتقاد اسی طرح کا ہو (کہ وہ دوسرے مجتہد و مفتی کے مقابلہ میں کم فضیلت، یا کم علم رکھتا ہے، تب بھی اصح قول کے مطابق، اس مفضول کی تقلید جائز ہے) [1]

پس اس صورت میں یہ بات ممکن نہیں کہ وہ اس بات کا یقین کرے، یا غالب گمان کرے کہ وہ (یعنی جس کی وہ تقلید کر رہا ہے، وہ دوسرے مجتہدین کے مقابلہ میں) صواب پر ہے، بلکہ مقلد پر یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اس کا امام جس طرف گیا ہے، وہ حق ہونے کا احتمال رکھتا ہے (جس طرح خطاء ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے) ابنِ حجر نے فرمایا کہ پھر میں نے محقق ابنِ ہمام کی اس بات کی تائید میں تصریح بھی دیکھی، انہوں نے ہدایہ کی شرح میں فرمایا کہ عامی کا اس قول کو لینا جسکے بارے میں اس کے دل میں صواب ہونا واقع ہو جائے، یہ اولیٰ ہے، پس اس بناء پر جب وہ دو مجتہدین سے فتویٰ طلب کرے، اور ان کے فتویٰ میں اختلاف سامنے آئے، تو اولیٰ یہ ہے کہ ان دونوں فتووں میں سے جس کی طرف اس کا دل مائل ہو، اس کو اختیار کر لے، اور میرے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ اگر اس کے قول کو اختیار کر لے گا، جس کی طرف دل کا میلان نہیں، تو بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے دل کا میلان اور عدمِ میلان برابر ہے، اس پر تو (بلا تعیین) محض کسی بھی مجتہد کی تقلید واجب ہے، جو وہ کر چکا ہے (لہٰذا یہ

[1] اور عمل بھی لوگوں کا اسی کے مطابق ہے، چنانچہ ہر دور میں کچھ علماء زیادہ فائق شمار ہوئے ہیں اور آج بھی ہیں، لیکن اس کے باوجود دوسروں سے استفتاء کا بلا نکیر تعامل ہے، شہر شہر میں دارالافتاء قائم ہیں، اور ہر ایک دارالافتاء سے لوگ رجوع کرتے ہیں، کسی سے کم، کسی سے زیادہ۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

گناہ گار نہ ہوگا)(ردالمحتار)

جو اہلِ علم حضرات، علامہ ابنِ عابدین شامی کی تالیفات کے بغیر مفتی بننے کا تصور بھی نہیں کرتے، ان کو مذکورہ بالا عبارت کو بغور ملاحظہ کر لینا چاہیے، اور پھر خود ہی غور کر لینا چاہیے کہ ان کی اس سلسلہ میں فکر علامہ شامی سے میل کھاتی ہے، یا نہیں؟

''الدرُّ المختار''میں ہے کہ:

وفي نكاح الخلاصة :لو قيل لحنفي ما مذهب الإمام الشافعي في كذا وجب أن يقول قال أبو حنيفة كذا (الدر المختار مع ردالمحتار، ج۳،ص۵۰۸،باب العدة)

ترجمہ: اور خلاصہ کے نکاح کے باب میں ہے کہ اگر حنفی سے کہا جائے کہ امام شافعی کا اس مسئلے میں کیا مذہب ہے؟ تو اس پر یہ کہنا واجب ہے کہ امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے (الدرالمختار)

علامہ ابنِ عابدین شامی مذکورہ عبارت کی شرح کرتے ہوئے''رد المحتار''میں فرماتے ہیں:

هذا مبني على قول بعض الأصوليين لا يجوز تقليد المفضول مع وجود الفاضل، وبني على ذلك وجوب اعتقاد أن مذهبه صواب يحتمل الخطأ، وأن مذهب غيره خطأ يحتمل الصواب؛ فإذا سئل عن حكم لا يجيب إلا بما هو صواب عنده، فلا يجوز أن يجيب بمذهب الغير وقدمنا في ديباجة الكتاب تمام الكلام على ذلك (رد المحتار على الدر المختار، ج۳،ص۵۰۸،باب العدة)

ترجمہ: یہ بعض اصولیین کے اس قول پر مبنی ہے، جس کی رو سے''فاضل'' کی موجودگی میں''مفضول'' کی تقلید جائز نہیں، اور اسی پر یہ مسئلہ بھی مبنی ہے کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس کا مذہب صواب ہے، خطاء کا احتمال رکھتا ہے، اور دوسرے کا مذہب خطاء ہے، صواب کا احتمال رکھتا ہے، پس جب اس سے کسی حکم کے بارے میں سوال کیا جائے، تو اس کے لیے وہی جواب دینا ضروری ہوگا، جو اس کے نزدیک صواب ہو، اور غیر کے مذہب کا جواب دینا جائز نہیں ہوگا، اور ہم کتاب کے مقدمہ میں اس پر مکمل کلام کر چکے ہیں (ردالمحتار)

اس سے پہلے مقدمہ کی تفصیلی عبارت کے ذیل میں مذکورہ قول کا مرجوح ہونا گزر چکا ہے۔

لہٰذا جو بات اس مرجوح قول پر مبنی ہوگی، وہ بھی مرجوح ہوگی، اور راجح قول کے مطابق حنفی کو امام شافعی وغیرہ کے مذہب کو نقل کرنا جائز ہے، جبکہ اختلاط والتباس نہ کیا جائے، جس سے دوسرے کو اس قول کی نسبت میں اشتباہ پیدا ہوجائے، مثلاً وہ شافعیہ کا قول، حنفیہ کا، یا اس کے برعکس سمجھ لے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی ''رد المحتار'' میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

قلت: وأيضا قالوا العامي لا مذهب له، بل مذهبه مذهب مفتيه (رد المحتار، ج۴، ص ۸۰، کتاب الحدود، باب التعزير، مطلب العامی لا مذهب له)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ فقہاء نے فرمایا کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مذہب، اس کے مفتی کا مذہب ہوتا ہے (ردالمحتار)

اور مفتی کا اصل مذہب، اپنے اجتہاد کی رو سے راجح کی اتباع کرنا ہوتا ہے۔

علامہ ابنِ عابدین شامی ''ردالمحتار'' میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

(قوله يكتب جواب أبي حنيفة) هذا بناء على ما قالوا إنه يجب اعتقاد أن مذهبه صواب يحتمل الخطأ ومذهب غيره بخلاف ذلك، وهذا مبني على أنه لا يجوز تقليد المفضول مع وجود الأفضل.

والحق جوازه.

وهذا الاعتقاد إنما هو في حق المجتهد لا في حق التابع المقلد، فإن المقلد ينجو بتقليد واحد منهم في الفروع ولا يجب عليه الترجيح اهـ .ط ومثله في خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد، والتلفيق للأستاذ عبد الغني النابلسي قدس الله سره (رد المحتار على الدر المختار، ج٦، ص ۴۲۱، کتاب الحظر والإباحة، فرع يكره إعطاء سائل المسجد إلا إذا لم يتخط رقاب الناس)

ترجمہ: مصنف کا یہ قول کہ مفتی امام ابوحنیفہ کا جواب لکھے گا، تو یہ ان حضرات کے قول پر مبنی ہے، جن کے نزدیک یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ اس کا مذہب صواب ہے، خطاء کا

احتمال رکھتا ہے،اور غیر کا مذہب اس کے خلاف ہے،اور یہ مسئلہ اس بات پر مبنی ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی تقلید جائز نہیں۔

لیکن حق بات یہ ہے کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کی تقلید جائز ہے(لہٰذا مذکورہ اعتقاداوراس کے مطابق حنفی کوامام ابوحنیفہ کے مطابق جواب دینا بھی واجب نہیں)

اور یہ اعتقاد،صرف مجتہد کے حق میں ہے،تابع مقلد کے حق میں نہیں،کیونکہ مقلد تو فروعی مسائل میں کسی بھی مجتہد کی تقلید کرنے سے نجات پالے گا،اوراس پر کسی مذہب کی ترجیح واجب نہیں،اسی طرح استادعبدالغنی نابلسی قدس اللہ سرہٗ کی تالیف''**خلاصة التحقیق فی بیان حکم التقلید و التلفیق**''میں ہے(ردالمحتار)

اب مذکورہ عبارت کی روشنی میں وہ اہلِ علم حضرات اپنا جائزہ لے سکتے ہیں،جو حنفی کے لیے،غیر حنفیہ کے اقوال ومذاہب کے نقل کرنے پر نکیر کرتے ہیں۔   (جاری ہے..........)

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

اجتہادی وفقہی امور میں ’’یُسر وتوسع‘‘ کی اہمیت

قرآن وسنت میں ’’یُسر وتوسع‘‘ کی اہمیت وفضیلت اور اس کے مقابلے میں ’’عُسر وحرج‘‘ سے بچنے بچانے کی اتنی زیادہ تصریحات ہیں، جن کو مختصر وقت میں بیان کرنا مشکل ہے۔

شریعتِ مطہرہ کی وسعت وسہولت کا تقاضا یہ ہے کہ فقہی ومجتہد فیہ اقوال ومسائل میں عامۃ الناس کے لیے وسعت اور سہولت والے پہلوؤں کی گنجائش دی جائے، اور سختی وتنگی اور تشدد وجمود سے بچا جائے۔

اور اگر کسی زمانہ، یا علاقہ کے افراد، یا فرد کو فقہائے کرام میں سے کسی فقیہ کے مطابق فقہی مسئلہ پر عمل کرنے میں دشواری کا سامنا ہو، تو دوسرے فقہائے کرام کے اقوال سے اس دشواری کا حل پیش کیا جائے، خاص طور پر جب کسی ایک مجتہد کے قول پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں عوام کی طرف سے دین کے کسی حکم کا ترک کرنا لازم آتا ہو، تو دوسرے فقہائے کرام کے قول کے مطابق اس حکم کو بجا لانے کا راستہ تلاش واختیار کرنے، اور دوسروں کو بتانے میں کوتاہی ہرگز اختیار نہ کی جائے، اسی صورت میں اختلافِ فقہاء کو رحمت قرار دیا جاسکتا ہے، ورنہ تو اس اختلاف کو ’’رحمت‘‘ کے بجائے ’’زحمت‘‘ سے تعبیر کیا جانا چاہیے۔

اور آج کل جو بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک یہ خیال کیا جاتا ہے کہ معاملات اور بالخصوص تجارتی مجتہَد فیہ مسائل کے اندر تو مشکل کے وقت دوسرے فقہائے کرام کے قول پر فتوے وعمل اور وسعت وسہولت کی گنجائش ہوتی ہے، لیکن عبادات کے سلسلہ میں اس طرح کی گنجائش نہیں ہوا کرتی۔

تو اس انحصار وحصر سے ہمیں اتفاق نہیں، بلکہ اس سلسلہ میں غالب گمان کے درجہ میں شرح صدر کے ساتھ فیما بیننا وبین اللہ ہماری رائے یہ ہے کہ عبادات کے سلسلہ میں بھی فروعی ومجتہَد فیہ مسائل میں بدرجۂ اولیٰ گنجائش ہونی چاہئے، کیونکہ اولاً تو یُسر وسہولت کو اختیار کرنے کا حکم عام ہے، اور وہ حکم

www.idaraghufran.org

عبادات کو بھی شامل ہے، اور اس کی متعدد احادیث وراویات میں تصریح بھی آئی ہے، نیز سفر میں نماز کے قصر، فرض روزہ کے ترک وغیرہ کی تصریحات بھی عبادات کے باب میں ''یُسر وسہولت'' کی متقاضی ہیں، دوسرے متعدد جہات سے عبادات کا دائرہ، معاملات وتجارت سے بھی زیادہ وسیع ہے، بالخصوص ایسی عبادات کہ جن سے ہمہ وقت اور تجارت وغیرہ کے مقابلہ میں ہر مسلمان کو زیادہ کثرت کے ساتھ سابقہ پڑتا ہو، مثلاً نماز اور اس کے لئے طہارت کے مسائل کہ ان سے ہر مسلمان کو دن، رات میں کم از کم پانچ مرتبہ سابقہ پیش آتا ہے، تجارت کرنے والوں کو بھی، ملازمت کرنے والوں کو بھی، زراعت کرنے والوں کو بھی، مقیم حضرات کو بھی، مسافروں کو بھی، مریضوں کو بھی اور دوسرے شعبوں سے تعلق رکھنے والوں کو بھی۔

کیونکہ نماز، فرضِ عین ہے، برخلاف تجارت اور دیگر معاملات کے، اسی وجہ سے نماز ادا کرنے اور اس کے لئے طہارت حاصل کرنے والے شہر میں بھی ہوسکتے ہیں، گاؤں اور جنگل میں بھی، سفر میں بھی، حضر میں بھی، گھروں میں بھی، بازاروں میں بھی، مسجدوں میں بھی، ہسپتالوں میں بھی، اور اسلامی ملکوں میں بھی اور غیر مسلم ممالک میں بھی۔

پھر ایک علاقہ اور اس علاقہ اور جگہ کی تمدنی زندگی دوسری جگہ اور دوسرے علاقہ سے مختلف ہوسکتی ہے، اور یہ بات ممکن ہے کہ ایک شخص، یا ایک علاقہ کے لوگوں کو مخصوص ماحول، یا ان کی مخصوص معاشرت وتمدنی زندگی، اور خاص مزاج کے باعث فقہائے کرام میں سے کسی ایک کے قول پر عمل ممکن وسہل ہو اور اس کے مقابلہ میں دوسرے شخص اور دوسرے علاقہ کے لوگوں کی تمدنی زندگی اور ماحول ومزاج مختلف ہونے کے باعث اس پر عمل مشکل ہو، تو عبادات اور نماز جیسے اہم فریضہ کی ادائیگی کی خاطر اگر دوسرے امام، یا فقیہ کے قول پر عمل کرنے سے اس فریضہ سے سبکدوش ہوا جاسکتا ہو، تو اس کی گنجائش نہ دینا اور اس کی خاطر نماز جیسے فریضہ کی ادائیگی سے محروم کرادینا اور ہر حال میں ایک قول پر مُصِر رہنا اعتدال پسندی پر مبنی نہیں قرار نہیں دیا جاسکتا، اور نہ ہی اس کو تقوے واحتیاط کا عنوان دینا درست قرار پاسکتا ہے۔

ایسی صورت میں گنجائش دینے سے امید ہے کہ بہت سے مریض ومعذور، یا کم ہمت لوگ جو عبادت

اور نماز ادا نہیں کرتے، وہ بھی اس کا اہتمام شروع کردیں گے، جوکہ مشاہدہ سے ثابت ہے، کیونکہ نصوصِ کثیرہ صریحہ اور صحیحہ کی رُو سے سہولت ونرمی کی وجہ سے دین کے ساتھ قرب وانس اور اس کے برعکس سختی وتشدد کرنے سے بعد وتنفر پیدا ہوتا ہے۔

مگر ایک عرصہ سے علمی دنیا کے بعض حلقوں میں مجتہَد فیہ فقہی مسائل کو فقہائے کرام کے وسیع تر اقوال کے تناظر میں ملاحظہ وپیش نہ کرنے سے آج بہت سے مجتہَد فیہ مسائل میں دیگر مذاہب ومسالک کے اقوال، اجنبی ہوگئے ہیں، اور ان کو باطلین کا موقف یا نظریہ خیال کیا جانے لگا ہے۔

جبکہ آج کل دنیا کے حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہورہے ہیں، بلاشبہ اس وقت امتِ مسلمہ کو اس طرح کے احوال کا سامنا ہے کہ جن احوال کا گزشتہ زمانوں میں سامنا نہیں کرنا پڑا، دنیا کے مختلف حصوں کی تمدنی ومعاشرتی زندگی ایک دوسرے پر اثر انداز ہورہی ہے، اور لوگوں کی ایک دوسرے کے ساتھ قُربت بڑھ رہی ہے، اور دنیا ایک شہر کی شکل اختیار کررہی ہے، جس کو گلوبلائزیشن (Globalization) کہا جاتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں بعض اوقات کسی ایک قول، یا مذہب پر عمل کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور پہلے زمانوں کے مقابلہ میں اس ایک قول ومذہب کی پابندی میں غیر معمولی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔

پس موجودہ زمانہ، جوکہ مختلف جہات سے انقلاب کا زمانہ ہے، اور اس زمانہ میں بڑی تیزی کے ساتھ لوگوں کی معاشرتی وتمدنی زندگی اور مزاج میں تبدیلی رونما ہورہی ہے، اور شریعتِ مطہرہ کے پیروکار دنیا جہان میں بکھرے ہوئے اور پھیلے ہوئے ہیں، اور بہت بڑی تعداد میں غیر مسلم ممالک میں بھی ہیں، جہاں کا ماحول اسلامی ملکوں سے یکسر مختلف ہے، ان حالات میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اہلِ علم حضرات، فقہائے کرام کے وسیع تر اقوال کے تناظر میں فقہی مسائل کو ذکر فرمائیں اور مشکلات کا حل نکالیں۔

لیکن ہمارے یہاں تاحال معتدبہ طریقہ پر یہ کام سامنے نہیں آسکا، جس کی وجہ سے بہت بڑا طبقہ اہلِ علم سے بددل اور دین سے دور ہوا، اور اس کے برعکس غیر مستند بلکہ تجدد پسند لوگوں نے اس کام کی باگ ڈور سنبھال لی، جس کے متعدد نقصانات ظاہر ہوئے۔

اور غالب گمان یہ ہے کہ موجودہ دور میں اگر سابق فقہائے کرام موجود ہوتے، اور وہ حالاتِ حاضرہ کا مشاہدہ ومعائنہ فرماتے، تو وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے اور جمود اختیار کرنے کے بجائے موجودہ مسائل ومشکلات کا حل نکالتے اور امتِ مسلمہ کو دین کے ساتھ جوڑنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آج کل اہلِ علم حضرات کا ایسا طبقہ موجود ہے کہ وہ خود تو فقہی واجتہادی مسائل میں آسانی ''یُسر وتیسیر'' کی شکل میں حل نکالنے پر آمادہ نہیں، اور اگر کوئی دوسرا شرعی وفقہی اصول وقواعد کی روشنی میں حل نکالے، تو اس کو اس علمی دنیا میں ایک اجنبی چیز سمجھا جاتا ہے، اوپر سے ''یُسر وتیسیر'' کے لیے اتنی شرائط وقیود لگادی جاتی ہیں، جن کے پیشِ نظر اس ''یُسر وتیسیر'' کا پیدا کرنا اگر ناممکن نہیں، تو غیر معمولی مشکل ضرور ہوجاتا ہے، اور بالآخر انجام ''عُسر'' ہی کی شکل میں نکلتا ہے۔

پھر ان شرائط میں سے متعدد شرائط خودساختہ معلوم ہوتی ہیں، جن کی مستند فقہائے کرام کے نزدیک کوئی اہمیت ووقعت نہیں، اور نہ ہی فقہائے کرام نے ان شرائط کو ضروری قرار دیا، اور موجودہ دور کے بعض اہلِ علم حضرات جو اپنے بزرگوں کی طرف سے پیش کردہ مختلف ہدایات کو اپنے درجہ پر رکھنے کے بجائے شرائط کا درجہ دے کر ان پر مصر رہتے ہیں، اور اجتہادی وتحقیقی شان رکھنے والے فقہاء کو ہر قسم کی ہدایات کی پابندی کا مکلّف سمجھتے ہیں، یہ غلو وتشدد پر مبنی ہے۔

فقہائے کرام کے مابین اختلافی مسائل میں اگر کوئی صاحبِ تقویٰ احتیاط پر مبنی قول کو اختیار کرتا ہے، تو یہ بہت اچھی بات ہے، لیکن جب اس کے بالمقابل دوسرے قول میں بھی عمل کی گنجائش پائی جاتی ہے، تو اگر کسی ضرورت مند، مشکل میں گھرے ہوئے، یا کمزور ایمان شخص کے لیے اس پر عمل کی گنجائش دی جائے، تو اس میں اعتراض نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اوّلاً تو فقہائے کرام کے مابین اکثر اختلافی مسائل میں افضل وغیر افضل وغیرہ کا اختلاف ہے، دوسرے بیشتر فقہاء کے اصح قول کے مطابق ہر کس وناکس پر علی الاطلاق مذہبِ معین وشخصِ معین کی ایسی تقلید واجب نہیں کہ اس کو ہر مسئلہ میں ایک ہی فقہی امام یا مذہب پر عمل کرنا ضروری ہو، تیسرے فقہائے کرام کے معتبر اقوال میں سے اختیارِ اخف کی بھی گنجائش پائی جاتی ہے، اگرچہ بعض حضرات اس میں کچھ شرائط کے بھی قائل ہیں، چوتھے آج کے دور میں بیشتر عوام کی حالت یہ ہے کہ اگر انہیں گنجائش والے پہلو کی اجازت

نہیں دی جاتی،تو وہ سرے سے اس عمل سے محروم ہوکراور تمام فقہائے کرام کی مخالفت کرکے مجرم شمار ہوتے ہیں، اور جب اس کے برعکس ان کو دوسرے فقہائے کرام کے قول ،یا سہل پہلو کی اجازت دی جاتی ہے،تو وہ اس پر عمل پیرا ہوکر متفق علیہ گناہ سے بچ جاتے ہیں، جبکہ فقہائے کرام نے متعدد مسائل میں اس طرح کے مواقع پر گنجائش والے قول پر عمل کی اجازت دی ہے۔

پانچویں دین کے فروعی اور مجتہد فیہ مسائل میں جن میں کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے مشہور فقہائے کرام کی آراء مختلف ہیں،ان میں سے کسی قول کے بارے میں بے جا سختی اور تشدد مناسب نہیں، نہ تو اس کی تبلیغ کرتے وقت اس میں سختی وتشدد اور نکیر کا انداز مناسب ہے،اور نہ ہی عوام میں سے کسی شخص کے دوسرے قول پر عمل کرنے کی صورت میں اس پر بے جا تشدد ونکیر مناسب ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ دوسرے قول کو راجح سمجھ کر اس پر عمل کر رہا ہو، اور اگر کوئی محقق عالمِ دین تحقیق کے دوران کسی دوسرے فقیہ وامام کے قول کو راجح سمجھے،اور اس پر فتویٰ دے،تو اس پر بھی نکیر نہیں کی جاسکتی،اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے فروعی وفقہی اختلافی امور،مجتہَد فیہ مسائل کے زمرہ میں آتے ہیں،جن میں کوئی جانب فی نفسہٖ منکر نہیں کہلاتی،فقہائے کرام کی عبارات وکلام میں ان چیزوں کی صراحت ملتی ہے۔

مگر افسوس کہ آج بہت سے حضرات اس سلسلہ میں کئی طرح کی بے اعتدالیوں کا قولاً ،یا فعلاً ارتکاب کرتے ہیں،اور فروعی مسائل میں جانبِ مخالف قول کی اس طرح تردید کے درپے ہوتے ہیں،جیسا کہ وہ کسی فاسق وفاجر اور گمراہ شخص، بلکہ دین کے دشمن کا قول ہو،اور اس پر عمل کرنے والا بھی اس کے نتیجہ میں فاسق اور گناہ گار ٹھہرتا ہے،اور اس کے نتیجہ میں در پردہ بڑے بڑے فقہاء و صلحاء بھی زد میں آجاتے ہیں۔

چنانچہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ آج کل علماء کا ایک بڑا طبقہ اس طرح کے فروعی مسائل میں جانبِ مخالف اقوال کی تردید کی تبلیغ میں اپنی صلاحیتوں کو خرچ کررہا ہے۔

ہمارے زمانہ میں فقہی ومجتہَد فیہ امور میں ایک نقطۂ نظر تو جمودِ محض کا ہے، کہ ایک خاص فقہی مذہب اور مجتہد فیہ موقف کے برخلاف ابتلائے عام اور اس موقف پر عمل کرنے میں عوامُ الناس کو کتنی بھی

مشکلات کیوں نہ پیدا ہوجائیں، اوراس مخصوص فقہی قول کے بالمقابل دوسرے موقف سے متعلق کتنے ہی مضبوط دلائل کیوں نہ سامنے آجائیں، جن پر دل کا اطمینان ومیلان ہو، اوران دلائل کے مقابلہ میں اپنے موقف کومضبوط ثابت کرنے کے لئے خواہ کتنی ہی بے تکی اوردوردراز کی تاویلات کا سہارا کیوں نہ حاصل کرنا پڑے، لیکن اپنے سلسلہ کے مشہور ومعروف اوراس خطہ میں پہلے سے رائج موقف سے ہٹنے کی کوئی گنجائش نہیں دی جاتی، اورگنجائش تو دور کی بات ہے، اگرکوئی صاحبِ علم غوروفکراورتحقیق کے نتیجہ میں اس معروف اورمروج موقف کے علاوہ مدلل انداز میں اپنی دیانت دارانہ رائے ہی کیوں نہ پیش کرے، جوکہ علمی وفقہی اُصول وقواعد کے مطابق اس کی ذمہ داری ہے، اوراس کواپنی اس دیانت دارانہ رائے میں خیانت کرنا جائزنہیں، مگر وہ ان کے نزدیک متفرد، غیر مقلد، سلف کا گستاخ، اورنہ جانے کن کن الزامات کا مورَداورالقابات کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔

جبکہ واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کا جموداوراس سے بڑھ کرخمود، ایک ایسا فقہی ومسلکی تعصّب وتشدد ہے کہ جس کی نظیر موجودہ عہد سے قبل گزشتہ کسی دور میں نہیں ملتی، بلکہ گزشتہ صدیوں میں سے تقریباً ہر صدی اور ہر دور میں اہلِ حق علماء وفقہاء، فقہی ومجتہد فیہ فروعی مسائل میں نہ صرف یہ کہ بتقاضائے زمانہ وعرف اورحاجت، یادلائل کے پیشِ نظراپنی آراء کا اظہارکرتے رہے ہیں، بلکہ اپنی تحقیق کے مطابق فتاویٰ بھی دیتے رہے ہیں، خواہ وہ رائے، یافتویٰ ان کے سلسلہ ومسلک کے سابق معروف ومروج قول کے خلاف کیوں نہ ہو، اورامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول، یاحنفیہ کی ظاہرُ الروایۃ کے خلاف، اورغیرظاہرُ الروایۃ کے مطابق اوراس سے بڑھ کرامام ابویوسف، امام محمد، بلکہ امام زفر، یا امام حسن وغیرہ کے قول کے مطابق کیوں نہ ہو، اوربعض اوقات دوسرے مسالکِ حقہ کے قول اور موقف کوبھی اختیار، یاان کے موقف کی طرف، دلائل کے راجح ہونے کی بناء پراپنا میلان ورجحان ظاہرکرتے رہے ہیں، ایسے مسائل اورشخصیات کی فہرست اوردائرہ بڑا وسیع ہے، جن کواحاطۂ شمار میں لانا مشکل ہے۔

مگر موجودہ صدی میں برصغیر کے ایک علمی طبقہ پرایسا جمود بلکہ خمود طاری ہوا ہے کہ جورائے یافتویٰ گزشتہ صدی میں کسی نے دے دیا، یا جس قول کوراجح وغیرہ قراردے دیا، تو بس وہی رائے اورفتویٰ

حرفِ آخر بن کر رہ گیا، یا اس کو ایسا بنا دیا گیا، گویا کہ یہ شارع کا محکم، منصوص ومصرح حکم ہے، خواہ وہ فتویٰ اور رائے دلائلِ شرعیہ کے تناظر میں کمزور اور حالتِ حاضرہ میں عرف ومعاشرت اور تعاملات بدل جانے کی وجہ سے مشکل اور نا قابلِ عمل کیوں نہ ہو، اور اس سے ذرا بھی ادھر اُدھر انحراف کرنا بڑا عیب وجرم خیال کیا جانے لگا، اور کسی پہلو سے متعلق پائے جانے والے مختلف اقوال میں سے کسی ایک قول کو لے کر اس کے ساتھ شریعت کے اہم اصول، اور نصِ قطعی اور فرض وواجب جیسا سلوک کیا جانے لگا۔

یہ نقطۂ نظر اگرچہ بعض علمی حلقوں میں کتنا ہی مقبول ومانوس کیوں نہ سمجھا جاتا ہو، اور اس پر کتنا ہی زور کیوں نہ دیا جاتا ہو، اور اس کو سہارا دینے اور تقویت پہنچانے کے لیے کتنی ہی تاویلات کیوں نہ پیش کی جاتی ہوں، لیکن اعتدال کی کسوٹی پر پرکھنے سے انتہا وتشدد پسندی اور تعصب پسندانہ اور غلو پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

افسوس کہ ہمارے بعض علمی حلقوں میں اس طرح کے مختلف اقوال میں سے بعض اقوال کو اُصولِ اجتہاد وتحقیق اور افتاء کے عنوان سے اصول بنا کر اس انداز میں پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے کہ تحقیق واجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے اہلِ علم حضرات کی تمام تر صلاحیتوں پر ہر طرح کی پابندیاں عائد کردی جاتی ہیں، اور ایک باصلاحیت محقق عالمِ دین کو تقلیدِ جمود کا پختہ سبق پڑھا کر اور ایک طرح سے تحقیق واجتہاد سے اپاہج بنا کر چھوڑ دیا جاتا ہے، جو کہ غیر معتدل طریقہ معلوم ہوا۔

اس غیر معتدل نقطۂ نظر کے مدِّ مقابل، دوسرا نقطۂ نظر موجودہ دور میں یہ سامنے آ رہا ہے کہ فقہی اور مجتہد فیہ مسائل کو نا اہل، غیر محتاط، نا تجربہ کار اور پختہ علم سے محروم حضرات، ایسا تختۂ مشق بناتے ہیں کہ اپنی تحقیق میں کمزور نظر آنے والے موقف پر ایسے نشتر چلاتے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں دینِ اسلام کی اصولی تعلیمات کا بھی حلیہ مسخ ہو کر رہ جاتا ہے، اور فقہائے کرام کے علمی وفقہی منصب پر بھی ان کی طرف سے لب کشائی میں زورِ قلم وزبان اتنا تیز ہو جاتا ہے کہ سامنے آنے والی ہر چیز کو کاٹتا چلا جاتا ہے، جبکہ یہ نقطۂ نظر بھی پہلے نقطۂ نظر کے مقابلے میں دوسری جہت سے انتہاء وتعصب پسندی پر مبنی معلوم ہوا۔

اور بنظرِ غائر دیکھا جائے تو دراصل یہ پہلے نقطۂ نظر وطرزِ عمل کا ردِّ عمل ہے، جمودِ محض کے ردِّ عمل میں بھرپور خودرائی وخودستائی شاید نظامِ کائنات میں اصولِ فطرت کی رُو سے عمل وردِّ عمل کا حصہ ہے، عمل جب منفی اور غیر معتدل ہوگا، تو ردِّ عمل کے مثبت ومعتدل آنے کی کیونکر توقع رکھی جاسکتی ہے۔

اس طرح سے ہماری دیانت دارانہ رائے کے مطابق نہ پہلا نقطۂ نظر اعتدال پر مبنی کہلائے جانے کے قابل ہے، اور نہ ہی دوسرا نقطۂ نظر، بلکہ ایک اگر افراط پر مبنی ہے، تو دوسرا تفریط پر مبنی ہے، اور حق ومعتدل نقطۂ نظر ان دونوں کے درمیان ہے، جس میں نہ پہلے کی طرح ایسا جمود وخمود ہے کہ فقہی و مجتہد فیہ فروعی مسائل کا اختلاف، امت کے لئے رحمت کے بجائے زحمت ٹھہرے، اور تحقیق واجتہاد ونظرِ ثانی اور راجح ومرجوح قرار دینے کے تمام کلّی وجزوی دروازے بند اور مسدود ہوجائیں، اور کسی بھی باصلاحیت صاحبِ علم کی فیمابینہٗ وبین اللہ، دیانت دارانہ رائے کے اظہار پر قفل پڑ جائیں، اور امت کو درپیش مشکلات کے حل کا بھی کوئی راستہ نہ ہو۔

اور نہ ہی اس میں ایسی آزادی ہے کہ اس میں ہر اہل ونااہل، کس وناکس کو تحقیق واجتہاد کے نام پر اباحیت پرستی اور کلّی آزادی کی کھلی چھوٹ مل جائے۔

اس افراط وتفریط پر مبنی حالات پر ماضی قریب میں برصغیر کے اندر اللہ تعالیٰ نے حضرت الامام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1176ہجری) سے عظیم فقہی خدمات کا فریضہ ادا کرایا ہے، حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ کی شخصیت مذکورہ افراط وتفریط پر مبنی جملہ طبقات کے لیے ایک مرجع ومجمع الامر کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے محسوس کیا کہ امتِ مسلمہ کا ایک طبقہ تقلید کے بارے میں غلو کا شکار ہے اور وہ خاص مسلک کی تقلید وپابندی میں جمود کی حد تک پہنچ گیا ہے، اور اس کی ساری توانائیاں مخصوص فقہ واصولِ فقہ اور اس کی مخصوص جزئیات تک محدود ہیں، کتاب وسنت کے بارے میں ان کا مطالعہ وتحقیق نہ ہونے کے برابر ہے، جس کے نتیجہ میں قرآن وسنت اور اس سے مسائلِ فقہیہ کے استنباط کے طریقوں سے ناواقفیت بڑھتی جارہی ہے، اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ کسی امام، یا فقہ کے مقابلہ میں قرآن وسنت کی نصوص کو بھی رَد کیا جانے لگا ہے۔

اوراس کے ردِعمل میں ایک طبقہ ایسا بھی پایا جاتا ہے کہ جو سرے سے ائمہ مجتہدین کی مطلق تقلید کا انکار کرتا ہے، جبکہ وہ خود قرآن وسنت سے فقہی مسائل کے استنباط کی قدرت بھی نہیں رکھتا، مگراس کے باوجود وہ جلیل القدر فقہائے کرام اور ائمۂ مجتہدین کو اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ان دونوں قسم کے طبقات کی افراط وتفریط کی نشاندہی فرمائی اور فقہی امور نیز اجتہاد وتقلید میں اعتدال وتوسع کا راستہ دکھلایا۔

مگر افسوس کہ دونوں قسم کے طبقات نے افراط وتفریط سے اپنی اصلاح کرنے کے بجائے اپنے مخصوص مزاج ومزاق کے مطابق حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی فکر کو اپنی فکر قرار دینے پر اپنی صلاحیتیں صرف کیں، اورافراط وتفریط میں وقت کے ساتھ مزید اضافہ ہوتا چلا گیا، اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے افراط وتفریط سے بچنے بچانے اوراعتدال وتوسع کو ملحوظ رکھنے کا اصل مقصد فوت کردیا گیا۔

اللہ تعالیٰ اعتدال، حق جوئی وحق گوئی اوراصلاحِ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

www.idaraghufran.org

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط65 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

قومِ فرعون پرآنے والے مختلف عذاب (حصہ چہارم)

حضرت موسیٰ کا اپنے ساتھیوں سمیت نکلنا

فرعون کوعذاب دینے ،اورموسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم کوفرعون اوراس کی قوم سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوحکم ہوتا ہے کہ اے موسیٰ! آپ رات کی تاریکی میں بنی اسرائیل کو لے کر نکل جائیں،فرعون اپنی فوج کے ساتھ آپ کا تعاقب کرے گا،مگر آپ پریشان نہ ہوں،آپ کے عصا کی برکت سے سمندر میں راستہ بن جائے گا،اور آپ سلامتی سے گزر جائیں گے،اورفرعون اپنےلشکرسمیت غرق ہوجائے گا۔

سورہ دخان میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

فَاَسۡرِ بِعِبَادِیۡ لَیۡلًا اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ .وَاتۡرُکِ الۡبَحۡرَ رَھۡوًا اِنَّھُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ(سورة الدخان، رقم الآيات ۲۳، ۲۴)

یعنی” (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) پس تم میرے بندوں کو لے کر راتوں رات روانہ ہوجاؤ،تمہارا پیچھا ضرور کیا جائے گا۔اورتم سمندرکوٹھہرا ہوا چھوڑ دینا، یقیناً یہ لشکرڈبویا جائے گا“۔

اورسورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَاَوۡحَیۡنَا اِلٰی مُوۡسٰی اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡ اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ (سورة الشعراء، رقم الآية ۵۲)

یعنی”اورہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں کولے کرراتوں رات روانہ

ہوجاؤ، تمہارا پیچھا یقیناً کیا جائے گا“۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کو لے کر ”کنعان“ کی طرف روانہ ہوگئے، کیونکہ مصر سے فلسطین یا ”ارضِ کنعان“ جانے کے دو راستے تھے، ایک خشکی کا راستہ، اور وہ قریب تھا، اور دوسرا بحرِ احمر (قلزم) کا راستہ تھا، یعنی بحرِ احمر کو عبور کرکے ”بیابانِ سور“ اور ”سینا (تیہ)“ کا راستہ، اور یہ راستہ دور پڑتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی مصلحت کا تقاضا یہی ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، خشکی کا راستہ چھوڑ کر دور کا راستہ اختیار فرمائیں، اور بحرِ قلزم کو پار کرجائیں (قصص القرآن، ج ۱ ص ۳۴۷ ”حضرت موسیٰ وہارون علیہ السلام“)

اس موقع پر بنی اسرائیل کی تعداد اور فرعون کے لشکر کی تعداد کے بارے میں کوئی صحیح ومستند روایت موجود نہیں، البتہ اس بات میں شبہ نہیں کہ بنی اسرائیل کی تعداد، فرعون کے لشکر سے کم تھی۔ [1]

دوسری طرف فرعون کو پہلے سے اندیشہ تھا کہ بنی اسرائیل کہیں مصر سے نہ نکل جائیں، کیونکہ بنی اسرائیل، حضرت موسیٰ کو سچا نبی تو سمجھ ہی چکے تھے، گو زبان سے نہیں مانتے تھے، اس لیے اس نے اپنے ملک کے شہروں میں کارندے دوڑائے، جو اپنے لوگوں کو جمع کریں، جو اس بات کی کوشش میں مدد دے سکیں کہ بنی اسرائیل مصر سے نہ نکلنے پائیں، فرعون اور اس کی قوم کے لوگ چونکہ حضرت موسیٰ کے کارناموں سے بہت متاثر اور مرعوب تھے، اس لیے فرعون نے ان کے حوصلے بلند کرنے کے لئے بنی اسرائیل کے خلاف یہ پروپیگنڈا مہم شروع کی کہ ان لوگوں کی حیثیت ہی کیا ہے، یہ تو مٹھی بھر لوگوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے، جو ہمیں غصہ دلا رہے ہیں، جبکہ ہم اتنی بڑی

[1] فجمع الجموع الغفيرة، ولا يوجد رواية ثابتة تحصى عددهم، ولا عدد بنى إسرائيل، لكن من المؤكد أن عددهم كان أقل من عدد جند فرعون(التفسير المنير للزحيلى، ج ۱۹ ص ۱۵۹، سورة الشعراء)

فقد أخرج ابن أبى حاتم عن السدى أن موسى عليه السلام خرج فى ستمائة ألف وعشرين ألفا لا يعد فيهم ابن عشرين لصغره ولا ابن ستين لكبره وتبعهم فرعون على مقدمته هامان فى ألف ألف وسبعمائة ألف حصان، وقيل: أرسل فرعون فى أثرهم ألف ألف وخمسمائة ألف ملك مسور مع كل ملك ألف وخرج هو فى جمع عظيم وكانت مقدمته سبعمائة ألف رجل كل رجل على حصان وعلى رأسه بيضة، وهم كانوا على ما روى عن ابن عباس ستمائة ألف وسبعين ألفا، وأنا أقول: إنهم كانوا أقل من عساكر فرعون ولا أجزم بعدد فى كلا الجمعين، والأخبار فى ذلك لا تكاد تصح وفيها مبالغات خارجة عن العادة .والمشهور عند اليهود أن بنى إسرائيل كانوا حين خرجوا من مصر ستمائة ألف رجل خلا الأطفال وهو صريح ما فى التوراة التى بأيديهم(تفسير روح المعانى، ج ۱۰ ص ۸۱، سورة الشعراء)

www.idaraghufran.org

جماعت اوراس قدر قوت کے مالک ہیں وغیرہ وغیرہ، اور بنی اسرائیل کے مصر سے نکل بھاگنے کی حرکت نے ہمیں غضب ناک کردیا ہے، اب ہم انہیں عبرتناک سزادیں گے، اس لیے ان کا ہر حال میں پیچھا کرنا ہوگا، اورآخر میں اس نے لازمی احتیاطی تدبیر کے طور پر ان کے تعاقب کو ضروری قرار دیا، یہ سب باتیں اس نے اپنے خوف کو چھپانے کے لیے کیں کہ اتنا بڑا بادشاہ ہوکر ان بے سرو سامان لوگوں سے ڈررہا ہے۔ [1]

سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِيْنَ .إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ . وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُوْنَ.وَإِنَّا لَجَمِيْعٌ حَاذِرُوْنَ(سورة الشعراء، رقم الآيات ۵۳ الیٰ ۵۶)

’’اس پر فرعون نے شہروں میں ہرکارے بھیج دیئے (اور یہ کہلا بھیجا کہ) یہ (بنی اسرائیل) ایک چھوٹی سی ٹولی کے تھوڑے سے لوگ ہیں اور ہم سب احتیاطی تدبیریں کیے ہوئے ہیں (لہٰذا سب مل کر ان کا تعاقب کرو)‘‘

اس طرح انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا، جب موسیٰ علیہ السلام بحرِ قلزم کے قریب پہنچے،تو فرعون بھی ایک دن صبح صبح اپنے لشکر سمیت ان کے تعاقب میں وہاں پہنچ گیا،فرعون اوراس کی قوم کو اس بات کی خبر نہیں تھی کہ اب ان کو دوبارہ اپنے ملک کی طرف لوٹنا نصیب نہ ہوگا، اسی لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ مکانات سے نکال باہر کیا۔

قرآن مجید کی سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] واستخدم فرعون أسلوب التعبئة المعنوية لتحريض قومه على الخروج معه، فوصف بنى إسرائيل بثلاث صفات:

-1إن هؤلاء لشرذمة قليلون إن بنى إسرائيل لطائفة قليلة، فيسهل متابعتهم وأسرهم أو قتلهم أو إعادتهم إلى العبودية.

-2وإنهم لنا لغائظون أى أنهم فى كل آونة يغيظوننا ويضايقوننا، بالفتنة والشغب، وقد ذهبوا بأموالنا، وخرجوا عن عبوديتنا، وخالفوا ديننا .

-3وإنا لجميع حاذرون أى وإن جميعنا قوم آخذون حذرنا وأهبتنا ومستعدون بالسلاح، وإنى أريد إبادتهم واستئصالهم(التفسير المنير للزحيلى، ج ۱۹ ص ۱۵۸، ۱۵۹، سورة الشعراء)

www.idaraghufran.org

فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِّنْ جَنَّاتٍ وَّعُيُوْنٍ .وَكُنُوْزٍ وَمَقَامٍ كَرِيْمٍ .كَذٰلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ .فَأَتْبَعُوْهُمْ مُشْرِقِيْنَ(سورة الشعراء، رقم الآيات ۵۷ الیٰ ۶۰)

یعنی’’اس طرح ہم انہیں باہر نکال لائے باغوں اور چشموں سے بھی۔اور خزانوں اور باعزت مقامات سے بھی۔ان کا معاملہ تو اسی طرح ہوا، اور (دوسری طرف) ان چیزوں کا وارث ہم نے بنی اسرائیل کو بنا دیا۔غرض ہوا یہ کہ یہ سب لوگ سورج نکلتے ہی ان کا پیچھا کرنے نکل کھڑے ہوئے‘‘۔

یعنی فرعون اور اس کے سرداروں کے دل میں موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلنے کا داعیہ پیدا کردیا، چنانچہ یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلے، اور ان کا یہ نکلنا آخری نکلنا ثابت ہوا، اور ان کو دوبارہ اپنے ملک اور وطن میں واپس پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ [1]

بنی اسرائیل کی پریشانی اور حضرت موسیٰ کی تسلی

جب بنی اسرائیل نے ،فرعون اور اس کے لشکر کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا،تو چیخ پڑے، اور موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اے موسیٰ! ہم تو گھیرے جاچکے ہیں، سامنے بحرِ قلزم ٹھاٹھیں ماررہا ہے، اور پیچھے سے دشمن آ پہنچا ہے، اب ہم کیا کریں گے؟

موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی ،اور پورے ایمانی جلال کے ساتھ فرمایا کہ ہرگز نہیں! میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ ضرور مجھے راستہ دے گا، یعنی یہ بحرقلزم میرا راستہ نہیں روک سکتا اور اللہ کے حکم کی موجودگی میں کوئی رکاوٹ میرے راستے میں حائل نہیں ہوسکتی۔

قرآن مجید کی سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا تَرَاءَ الْجَمْعَانِ قَالَ أَصْحَابُ مُوْسٰى إِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ .قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ

[1] فأخرجناهم من جنات وعيون، وكنوز ومقام كريم أي فجعلنا في قلوبهم داعية الخروج، وخرجوا من النعيم إلى الجحيم، وتركوا البساتين الخضراء، والرياض الغناء، والأنهار الجارية والأموال المكنوزة المخزونة في الأرض والمنازل العالية والدور الفخمة والملك والجاه العظيم في الدنيا (التفسير المنير للزحيلي، ج ۱۹ ص ۱۵۹، سورة الشعراء)

أما قوله تعالى: فأخرجناهم فالمراد إنا جعلنا في قلوبهم داعية الخروج فاستوجبت الداعية الفعل، فكان الفعل مضافا إلى الله تعالى لا محالة(تفسير الرازي، ج ۲۴ ص ۵۰۶، سورة الشعراء)

www.idaraghufran.org

رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ (سورة الشعراء، رقم الآيات ٦١، ٦٢)

یعنی ’’پھر جب دونوں جماعتوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا یہ یقینی بات ہے کہ ہم پکڑ لیے گئے۔موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں بلاشبہ میرے ساتھ رب ہے، وہ مجھے راستہ بتائے گا‘‘۔

اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ دریا میں اپنا عصا ماریں، جب حضرت موسیٰ نے اپنے عصا کو سمندر پر مارا، تو اس سے بحرِ قلزم بارہ حصوں میں منقسم ہوکر پھٹ گیا، اور پانی کا ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح کھڑا ہوگیا اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ان بارہ راستوں سے گزرنے لگے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاَوْحَيْنَا إِلٰى مُوْسٰى اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ (سورة الشعراء، رقم الآية ٦٣)

یعنی ’’چنانچہ ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو، بس پھر سمندر پھٹ گیا، اور ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح کھڑا ہوگیا‘‘۔

اور سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا إِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى (سورة طٰهٰ، رقم الآية ٧٧)

یعنی ’’اور ہم نے موسیٰ پر وحی بھیجی کہ تم میرے بندوں کو لے کر راتوں رات روانہ ہو جاؤ، پھر ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ اس طرح نکال لینا کہ نہ تمہیں (دشمن کے) آ پکڑنے کا اندیشہ رہے، اور نہ کوئی اور خوف ہو‘‘۔

---

[1] فعند ما ضاق الأمر اتسع فأمره الله تعالى أن يضرب البحر بعصاه فضربه فانفلق البحر فكان كل فرق كالطود العظيم ،الآية أى كالجبل العظيم وصار اثنى عشر طريقا لكل سبط واحد وأمر الله الريح فنشفت أرضه فاضرب لهم طريقا فى البحر يبسا لا تخاف دركا ولا تخشى ،وتخرق الماء بين الطرق كهيئة الشبابيك ليرى كل قوم الآخرين لئلا يظنوا أنهم هلكوا (تفسير ابنِ كثير، ج٤ص ٢٥٤،سورة يونس)

www.idaraghufran.org

طب و صحت

حکیم مفتی محمد ناصر

احادیث میں ”اِثْمِدْ“ سُرمہ کے فوائد وتاکید

گزشتہ قسط میں احادیث میں ”اِثْمِدْ“ سُرمہ کے فوائد وتاکید کا بیان تھا، ذیل میں سُرمہ سے متعلق مزید تفصیل ملاحظہ ہو:

سُرمہ کا مزاج اور فوائد

اہلِ علم اطباء نے سُرمہ کا مزاج سرد خشک بیان کیا ہے، اور سُرمہ کے استعمال کے کئی عمومی فوائد بیان کیے ہیں، چنانچہ سُرمہ کا عام فائدہ یہ ہے کہ سُرمہ آنکھوں کے لئے مفید ہے، بینائی تیز کرتا ہے، آنکھوں کی میل کچیل کو دُور کرتا ہے، عمدہ قسم کا پانی آمیزہ شہد والا سُرمہ سر کے درد میں بھی سکون آور ہوتا ہے، نیز سُرمہ پٹھوں اور خاص طور پر آنکھوں کے پٹھوں اور اعصاب کو مضبوط کرتا ہے، عمدہ قسم کا سُرمہ آنکھوں کے زخموں کو مندمل کرتا اور آنکھوں کے زخموں کو بھر کر پیدا شدہ فاضل گوشت کو نکالتا اور پھولا کے مرض کو دُور کرتا ہے۔[1]

سُرمہ کی افادیت اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ عام طور پر بڑی اور پرانی خواتین کے یہاں چھوٹے بچوں کی آنکھیں، بڑی، صاف، اور چمکدار بنانے کے لئے، سُرمہ لگانے کا رواج ہے۔

سُرمہ کو آنکھوں کے علاوہ جلدی امراض کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، اور اس کے کئی فوائد ہیں، مثلاً باریک سرمہ میں تازہ خالص اور صاف چربی ملا کر جسم کے جلے ہوئے حصہ پر لگایا جائے، تو جسم کے جلے ہوئے حصہ پر خشکی اور جلن کا احساس نہیں ہوتا، اور جلنے کی وجہ سے پیدا ہونے والے آبلے

---

[1] ومزاجه بارد يابس ينفع العين ويقويها، ويشد أعصابها، ويحفظ صحتها، ويذهب اللحم الزائد فى القروح ويدملها، وينقى أوساخها، ويجلوها، ويذهب الصداع إذا اكتحل به مع العسل المائى الرقيق، وإذا دق وخلط ببعض الشحوم الطرية، ولطخ على حرق النار، لم تعرض فيه خشكريشة، ونفع من التنفط الحادث بسببه، وهو أجود أكحال العين لا سيما للمشايخ، والذين قد ضعفت أبصارهم إذا جعل معه شىء من المسک (الطب النبوى لابن القيم، صفحه ٢١٢، فصل فى ذكر شىء من الأدوية والأغذية المفردة التى جائت على لسانه صلى الله عليه وسلم مرتبة على حروف المعجم، حرف الهمزة)

www.idaraghufran.org

بھی ختم ہوجاتے ہیں، اس کے علاوہ بھی سرمہ کے دیگر اجزاء کے ساتھ تیار کیے جانے والے نسخے، جلدی امراض کے لئے حکماء کے یہاں رائج ہیں۔

سُرمہ تیار کرنے کا طریقہ

عمدہ قسم کا سُرمہ، خواہ سادہ سُرمہ ہو، یا ''اِثْمِدْ'' سُرمہ ہو، جب اسے اچھی طرح بارک کرلیا جائے، تو وہ آنکھوں میں لگانے کے قابل ہوجاتا ہے، البتہ سُرمہ سے اچھے نتائج حاصل کرنے، اور سُرمہ کے کسی بھی طرح کے نقصانات سے بچنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ عمدہ قسم کے سُرمہ کو، خواہ سادہ سُرمہ ہو، یا ''اِثْمِدْ'' سُرمہ ہو، پہلے اچھی طرح اتنا باریک کرلیا جائے، کہ اس میں رِڑک، باقی نہ رہے، پھر اس بارک کیے ہوئے سُرمہ میں تھوڑا تھوڑا کرکے سونف کا پانی ڈالا جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ سُرمہ کو کھرل یعنی جذب کیا جاتا رہے، یہاں تک کہ سونف کا پانی، بار یک کیے ہوئے سُرمہ میں اچھی طرح جذب ہوجائے، سونف کے پانی میں اگر عرقِ گلاب، زمزم کا پانی اور تھوڑا سا شہد بھی شامل کرلیا جائے، تو یہ سرمہ اور بھی زیادہ بہتر اور باعثِ شفاء بن جاتا ہے، اور اگر صرف عرقِ گلاب کو سُرمہ میں کھرل یعنی جذب کردیا جائے، تب بھی کوئی حرج نہیں، اور اگر سونف کا پانی یا عرقِ گلاب موجود نہ ہو، تو سونف کا تازہ سالم پودا لے کر یا تازے گلاب کے پھول لے کر، انہیں کچل کر، اُن میں سے سونف کا پانی نچوڑ لیں، اور اس پانی کو باریک چھاننی میں اچھی طرح چھان لیں، تو اس پانی میں بھی سُرمہ کو کھرل یعنی جذب کرکے قابلِ استعمال بنایا جاسکتا ہے۔

اسی طرح بعض ماہرین نے سوہانجنا (Moring) کے تازہ پتوں کے پانی میں تیار کیے گئے سُرمہ کو بھی نہایت مفید بیان کیا ہے۔

سونف کے پانی یا عرقِ گلاب میں تیار کیا ہوا، سُرمہ میٹھا ہوتا ہے، یہ سُرمہ رات کو ایک تا تین سلائی آنکھوں میں لگانے سے بینائی تیز ہوتی ہے، آنکھیں روشن، چمکدار، گہری پلکوں والی اور خوبصورت ہوتی ہیں، اور اس طرح کا سرمہ آنکھوں میں لگانے سے آنکھوں میں چُبھن بھی محسوس نہیں ہوتی، اور سونے سے پہلے سُرمہ کا استعمال، آنکھوں کے لئے اور بھی زیادہ فائدہ مند ہے

(افادات از حکیم اعجاز احمد ناصر فرام مرید کے)

اگرآنکھوں میں دُھندلا پن، اور جالے کی شکایت ہو، یا دُور یا قریب کی نظر کمزور ہو، تو پھر 20 گرام سرمہ کو آبِ مقطر سرس (یعنی سرس کے پودے کے نتھرے ہوئے پانی) میں کھرل یعنی جذب کرلیا جائے، پھر اس میں ایک ایک رتی (یعنی 8 چاولوں کے برابر) ست پودینہ، اور ست الا ئچی شامل کرلیا جائے، اور چار رتی (یعنی 32 چاولوں کے برابر) کافور شامل کیا جائے، اور ایک گرام قلمی شورہ شامل کر کے اچھی طرح کھرل یعنی جذب کر کے محفوظ کرلیا جائے، تو یہ ذرا تیز اور لگنے والا سُرمہ تیار ہوگا۔

اس سُرمہ کی ایک ایک سلائی دونوں آنکھوں میں رات کو سونے سے پہلے لگانے سے، آنکھوں میں دُھندلا پن، اور جالے کی شکایت اور آنکھوں کا میل اور گندگی دُور ہوتی ہے، اور قریب ودُور کی کمزور بینائی بھی تیز ہوتی ہے (افادات از حکیم عبدالکریم آزاد، فرام تھرپارکر، سندھ)

بعض اطباء نے صرف سرس (Acacia Speciosa) کے بیجوں کے سُرمے کو بھی آنکھوں کے جالے کے لئے مفید بیان کیا ہے (افادات از حکیم میاں احسن صاحب، فرام منڈی بہاؤالدین)

سرمہ سے متعلق مذکورہ مضمون دراصل طبِ نبوی میں مذکور ''اِثْــــمِــــدْ'' سُرمہ کے ذیل میں تحریر کیا جارہا ہے، اس لئے اب سرمہ سے متعلق فقہائے کرام کے بیان کردہ چند مسائل بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

سرمہ لگانے کا حکم

فقہائے کرام نے فرمایا کہ مَردوں کے لئے دواء وعلاج کی غرض سے، اور جائز زیب وزینت کی غرض سے آنکھوں میں سرمہ لگانا مسنون ومستحب ہے، البتہ فخر وتکبر، یا عورتوں کی مشابہت کی غرض سے مَردوں کے لئے آنکھوں میں سرمہ لگانا ممنوع، یا مکروہ ہے۔

اورعورتوں کے لئے عام حالات میں سرمہ لگانا جائز اور مستحب ہے۔

اور پہلے دائیں آنکھ میں سُرمہ لگانا، اور اسی طرح دونوں آنکھوں میں طاق سلائیاں لگانا بہتر اور

مستحب ہے،فرض یا واجب نہیں ہے۔ [1]

احرام کی حالت میں سرمہ لگانا

احرام کی حالت میں زیب وزینت کا اختیار کرنا مکروہ ہے،اوراسی وجہ سے احرام کی حالت میں زینت کی غرض سے سرمہ لگانا مکروہ ہے،البتہ اگرکوئی زینت کا ارادہ کئے بغیر،دوا یا نظر کی قوت کے لئے ''اِثْـمِدْ'' یا کوئی دوسرا غیرخوشبودار سرمہ احرام کی حالت میں لگائے،تو حنفیہ کے نزدیک جائز ہے،اور حالاتِ احرام میں خوشبودار سرمہ لگانا بہرحال مرد وعورت دونوں کے لئے ممنوع ہے۔ [2]

عدت میں سرمہ لگانا

امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، دَخَلَ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ، وَهِيَ حَادٌّ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ .وَقَدْ جَعَلَتْ عَلَى عَيْنَيْهَا صَبِراً .فَقَالَ: مَا هٰذَا، يَا أُمَّ سَلَمَةَ؟ .قَالَتْ: إِنَّمَا هُوَ صَبِرٌ، يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: اجْعَلِيهِ بِاللَّيْلِ، وَامْسَحِيهِ بِالنَّهَارِ (موطاء مالک، رقم الحديث ۲۲۲۵، ما جاء في الإحداد)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور وہ اپنے شوہر ابوسلمہ کی وفات کی عدت میں تھیں،اور انہوں نے اپنی آنکھوں پر ایلوا لگایا ہوا تھا،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے ام سلمہ یہ کیا لگایا ہے؟انہوں نے عرض کیا

---

[1] استحب الحنابلة والشافعية الاكتحال وترا، لقوله عليه الصلاة والسلام: من اكتحل فليوتر، وأجازه مالك في أحد قوليه للرجال، وكرهه في قوله الآخر للتشبه بالنساء.

أما الحنفية، فقالوا بالجواز إذا لم يقصد به الرجل الزينة، وأوضح بعض الحنفية أن الممنوع هو التزين للتكبر، لا بقصد الجمال والوقار .ولا خلاف في جواز الاكتحال للنساء ولو بقصد الزينة، وكذلك للرجال بقصد التداوى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص٩٤، مادة "اكتحال")

[2] أجاز الحنفية الاكتحال بالإثمد للمحرم بغير كراهة ما دام بغير طيب، فإذا كان بطيب وفعله مرة أو مرتين فعليه صدقة، فإن كان أكثر فعليه دم .ومنعه المالكية وإن كان من غير طيب، إلا إذا كان لضرورة، فإن اكتحل فعليه الفدية .وأجازه الشافعية والحنابلة مع الكراهة، واشترط الحنابلة عدم قصد الزينة به (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص٩٤، الاكتحال في الإحرام، مادة "اكتحال")

www.idaraghufran.org

کہ اے اللہ کے رسول! یہ ایلوا ہے۔تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے رات کو لگایا کرو، اور دن کو پونچھ ڈالا کرو (موطاء)

مذکورہ اور اس جیسی بعض دوسری احادیث کی روشنی میں فقہائے کرام نے فرمایا کہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے، اور وہ عدت میں ہو تو جس سرمے سے عام طور پر زیب وزینت نہ کی جاتی ہو، اس عدت والی عورت کے لئے دن میں یا رات میں، ہر طرح سے اس طرح کا سرمہ آنکھوں میں لگانا جائز ہے۔

البتہ جس سرمہ سے عام طور پر زیب وزینت اختیار کی جاتی ہو، جیسے ''اِثْمِدْ'' سُرمہ، تو اس طرح کا سرمہ فوتگی کی عدت والی عورت کے لئے بغیر ضرورت کے لگانا تو جائز نہیں، مگر ضرورت وحاجت کی صورت میں، مثلاً آنکھوں کے علاج کے لئے ایسا سرمہ لگانا جائز ہے، اور ایسی صورت میں بہتر یہ ہے، کہ رات کو سرمہ لگالیا جائے، اور دن میں آنکھیں دھولی جائیں۔ [1]

البتہ رجعی طلاق کی عدت والی عورت کے لئے، عدت کی حالت میں زیب وزینت اختیار کرنا، اور اس غرض کے لئے آنکھوں میں سرمہ لگانا باتفاقِ فقہاء جائز ہے۔ [2]

---

[1] إذا كان الاكتحال بما لا يتزين به عادة فلا بأس به عند الفقهاء ليلا أو نهارا .أما إذا كان مما يتزين به كالإثمد، فالأصل عدم جوازه إلا لحاجة، فإن دعت الحاجة إلى ذلك جاز .وصرح المالكية أن المراد – في هذه الحال – تكتحل ليلا وتغسله نهارا وجوبا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص٩٥، الاكتحال للمعتدة من الوفاة، مادة "اكتحال")

[2] اتفق الفقهاء على إباحة الاكتحال للمعتدة من طلاق رجعي .بل صرح المالكية بأنه يفرض على زوج المعتدة ثمن الزينة التي تستضر بتركها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٦، ص٩٥، الاكتحال للمعتدة من الطلاق، مادة "اكتحال")

اخبارِ عالم مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21/اپریل/2021ء/8/رمضان المبارک/1442ھ: پاکستان: وزیرِ خارجہ شاہ محمود قریشی کا دورۂ خلیجی ممالک، عرب امارات نے 2 ارب ڈالر قرض کی وصولی مؤخر کردی، ایران کی پاکستانی کینو پر پابندی ختم **22/اپریل**: پاکستان: اقوامِ متحدہ: پاکستان کو تین اہم اداروں کی رکنیت حاصل، کریمنل کمیشن، خواتین کمیشن اور پاپولیشن کمیشن کی رکنیت یکم جنوری سے سنبھالے گا **23/اپریل**: پاکستان: مکمل لاک ڈاؤن کے خدشات سٹاک مارکیٹ کو لے ڈوبے، ڈالر 20 پیسے مہنگا، انڈیکس 377 پوائنٹس گر گیا، سرمایہ کاروں کو 65 ارب کا نقصان **24/اپریل**: پاکستان: کورونا ایس او پیز پر عملدرآمد کے لیے فوج طلب، زیادہ کیسز والے علاقوں میں سکول بند، دفتری اوقات 2 بجے تک محدود **25/اپریل**: پاکستان: بھارت میں کرونا کی صورتحال خوفناک، پاکستان نے طبی امداد کی پیشکش کردی، بھارت کو وینٹی لیٹرز، سانس بحالی کی مشینیں اور دیگر متعلقہ سامان دیا جائے گا **26/اپریل**: پاکستان: نئی پابندیاں نافذ، تین صوبوں میں فوج تعینات، سندھ نے بھی مدد مانگ لی، کورونا ایس او پیز کی خلاف ورزی پر سینکڑوں دوکاندار گرفتار، مقدمات درج **27/اپریل**: پاکستان: جسٹس فائز عیسیٰ کیس، FBR بھیجنے کا حکم کالعدم، 6-4 کی اکثریت سے نظرِ ثانی اپیلیں منظور، اہلِ خانہ کی جائیدادوں کے متعلق رپورٹ غیر قانونی، جوڈیشل کونسل سمیت کوئی فورم کاروائی نہیں کرسکے گا، سپریم کورٹ **28/اپریل**: پاکستان: پنجاب: مزدور کی اجرت میں 2 ہزار روپے اضافہ، ماہانہ کم از کم اجرت 19500، روزانہ اجرت 750 روپے مقرر، اطلاق یکم جولائی سے ہوگا **29/اپریل**: پاکستان: پی ڈی ایم: استعفے منظور، پی پی اور اے این پی اپوزیشن اتحاد سے باہر **30/اپریل**: پاکستان: کورونا، 8 تا 16 مئی "گھر رہو، محفوظ رہو" حکمتِ عملی، چاندرات بازاروں پر بھی پابندی، 10 سے 15 مئی تک عید تعطیلات، آکسیجن درآمد کرنے کی منظوری **یکم/مئی**: پاکستان: پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں برقرار، ایل پی جی کی قیمت میں 12 روپے کلو کمی **2/مئی**: پاکستان: این اے 249 ضمنی الیکشن، پیپلز پارٹی کو برتری، ن لیگ کو 683 ووٹوں سے شکست، پی ٹی آئی کی پانچویں پوزیشن، نتیجہ روک لیا گیا، دوبارہ گنتی کی درخواست سماعت کے لیے منظور، ن لیگ کے امیدوار کی درخواست پر سماعت 4 مئی کو ہوگی **3/مئی**: بھارت: 3 ریاستوں کے انتخابات میں مودی کو دھچکا، مغربی بنگال میں 292 نشستوں میں 185 پر کانگریس نے پہلی کامیابی حاصل کرلی

✍ 4/مئی : پاکستان: IMF نے پاکستان کے ساتھ زیادتیاں کیں، بجلی مہنگی کرنے کا مطالبہ ناجائز ہے، شوکت ترین، معیشت کا پہیہ چل نہیں رہا، قیمتیں بڑھانے سے کرپشن بڑھے گی، جی ڈی پی گروتھ 5 فیصد تک نہ گئی، تو ملک کا اللہ حافظ، وزیرِ خزانہ کا IMF پروگرام پرنظرِ ثانی کا عندیہ ✍ 5/مئی: پاکستان: وفاقی کابینہ نے عید پر قیدیوں کی سزاؤں میں 90 روز کمی، الیکٹرانک ووٹنگ، اوورسیز کو ووٹ کا حق، 2 آرڈیننس منظور ✍ 6/مئی : پاکستان: عمان، پاکستان سمیت 14 ملکوں کے مسافروں پر پابندی میں توسیع ✍ 7/مئی : پاکستان: انتخابی اصلاحات پر اپوزیشن سے باقاعدہ رابطہ، مذاکرات کا فیصلہ، 5 رکنی کمیٹی قائم ✍ 8/مئی : پاکستان: لاہور ہائیکورٹ، اپوزیشن لیڈر شہباز شریف کو علاج کے لیے 8 ہفتے بیرون ملک جانے کی اجازت، ن لیگ کا اظہارِ تشکر، حکومت کی شدید تنقید ✍ 9/مئی : پاکستان: مہنگائی کی شرح میں 0.50 فیصد اضافہ، سالانہ بنیادوں پر 17.05 فیصد ہوگئی ✍ 10/مئی: پاکستان: 8 روزہ لاک ڈاؤن شروع، تفریحی مقامات، بازار، ٹرانسپورٹ بند ✍ اسرائیلی فوج کی فلسطینیوں سے جھڑپیں، 2 شہید، 55 زخمی، اسرائیل نے انسانیت کی حدود پامال کردیں، صدر، وزیراعظم، فلسطینیوں پر مظالم کی مذمت ✍ 11/مئی: پاکستان: کورونا سے مزید 78 اموات، یواے ای نے بھی پاکستان پر سفری پابندیاں لگادیں، کل سے تمام پروازیں بند، ٹرانزٹ فلائٹس مستثنیٰ قرار۔